عائشہ جمال

گھریلو نسخے

چکنائی کے داغ صاف کرنا

چکنائی کا داغ کئی صورتوں میں کپڑے پر پڑتا ہے۔ یہ براہ راست سالن، تیل یا گھی کا بھی ہو سکتا ہے اور دودھ والی چائے یا کافی سے بھی۔ دودھ والی چائے یا کافی کا داغ صاف ہونے کے بعد کپڑے پر اکثر چکنائی کا داغ رہ جاتا ہے جسے دوسرے طریقے سے صاف کرنا پڑتا ہے۔ بازار میں کئی قسم کے بیج اور ڈٹرجنٹ پاؤڈر اور لیکوڈ ملتے ہیں۔ چکنائی کا داغ صاف کرنے کے لیے ایک عام سا سلوشن کیمسٹ سے خرید کر گھر پر رکھیں۔ اسے PETROLEUM NAPHTHA کہتے ہیں۔ اسے استعمال کرتے ہوئے اس بات کا دھیان رکھیں کہ اس میں سے اٹھنے والے بخارات نقصان دہ ہوتے ہیں لہٰذا ناک پر کوئی کپڑا باندھ کر استعمال کریں۔

کسی بھی سلوشن کو استعمال کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ داغ والے حصے کو ایک تولیے یا کسی جاذب کپڑے کے پیڈ پر الٹی رخ پر رکھ کر روئی سے سلوشن لگا کر داغ پر لگائیں۔ سلوشن تھوڑا تھوڑا سا لگائیں۔ خواہ کئی بار لگانا پڑے ایک بار بہت سا سلوشن لگانے سے کپڑے کا رنگ متاثر ہونے کا خدشہ ہوتا ہے۔ روئی کے پھاہے کو زیادہ رگڑنا نہیں چاہیئے بلکہ احتیاط سے اسے درمیان سے شروع کر کے کناروں کی طرف ہاتھ کی جنبش دیں ورنہ داغ کے گرد سلوشن کا اپنا ایک حلقہ سا بن جائیگا

ٹماٹو کیچپ یا ساس وغیرہ

بچے ٹماٹو کیچپ بڑے شوق سے کھاتے ہیں اور اکثر کپڑوں پر بھی لگا لیتے ہیں۔ اکثر سادہ ٹھنڈے پانی سے ہی دھونے پر صاف نہ ہو تو پھر ہائیڈروجن پر آکسائڈ والا سلوشن لگا کر صاف کریں۔ ٹماٹو کیچپ کے داغ اگر پرانے ہو جائیں تو بہت مشکل ہو جاتے ہیں۔ کوئی بھی داغ دھونے کے بعد اگر اس کا نشان رہ جائے اور اس پر گرم استری پھیری جائے تو وہ ہمیشہ کے لیے پکا ہو جاتا ہے اس لیے جب تک کپڑا بالکل صاف نہ ہو جائے استری نہیں کرنی چاہیئے۔

انڈے کے داغ

پہلے تو جمے ہوئے انڈے کو کند چھری سے کھرچ کر اتار لیں پھر داغ والے حصے کو ٹھنڈے پانی میں بھگو دیں (کبھی گرم پانی استعمال نہ کریں) اور پھر صابن سے مل کر دھوئیں۔

قے کا داغ

یوں تو قے کپڑے پر کوئی نہیں کرتا مگر کبھی اس قدر شدت سے قے آتی ہے کہ بستر کی چادر وغیرہ بھی خراب ہو جاتی ہے اور بچے اپنے کپڑوں پر بھی گرا دیتے ہیں۔ سب سے پہلے تو قے کے ذرات صاف کر لیں۔ کوئی کند چھری یا کوئی اور چیز لے لیں داغ والے حصے کو نیم گرم نمکین پانی سے ڈبو دیں پھر quart پانی کے لیے ½ کپ نمک ملائیں پھر دھو لیں۔

ماہنامہ

رضوان

لکھنؤ

LW/NP 58

RIZWAN

R.N. 2415/57

172/54 Mohammad Ali Lane Gwynne Road, Lucknow-226 018.

Ph. 270406

[illegible]

مکتبہ اسلام ۱۷۲/۵۴ محمد علی لین گوئن روڈ

بیادگار حضرت مولانا محمد ثانی حسنی رحمۃ اللہ علیہ

خواتین کا ترجمان

ماہنامہ

رضوان

لکھنؤ

جلد نمبر ۴۳ | اپریل ۱۹۹۹ء | شمارہ نمبر ۴

Ph. 270406

ایڈیٹر:—— محمد حمزہ حسنی

معاونین:—— اُمامہ حسنی ٭ میمونہ حسنی

اسحٰق حسینی ندوی ٭ جعفر مسعود حسنی ندوی

سالانہ چندہ

- ٭ برائے ہندوستان:—— ۹۰ روپے
- ٭ غیر ملکی ہوائی ڈاک:—— ۲۵ امریکی ڈالر
- ٭ فی شمارہ:—— ۸ روپے

نوٹ: ڈرافٹ پر 'RIZWAN MONTHLY' لکھیں۔

ماہنامہ 'رضوان' ۵۴/۱۶۲ محمد علی لین، گوئن روڈ، لکھنؤ ۲۲۶۰۱۸

ایڈیٹر، پرنٹر، پبلشر محمد حمزہ حسنی نے مولانا محمد ثانی حسنی فاؤنڈیشن کے لئے نظامی آفسٹ پریس میں چھپوا کر دفتر رضوان، محمد علی لین سے شائع کیا

اپنی بہنوں سے	مدیر	۳
کتاب ہدایت	مولانا محمد منظور نعمانی	۴
حدیث کی روشنی	امۃ اللہ تسنیم	۶
اہل ایمان کو چند نصیحتیں	مولانا محمد عاشق الٰہی بلند شہری	۸
مسجد نبوی اسلام کی پہلی تعلیمی درسگاہ	مولانا محمد عیسیٰ منصوری	۱۱
ماں کا خط بیٹی کے نام (نظم)	ابو المجاہد زاہد	۱۶
دعا	فخر النساء	۱۶
اسلام کی اخلاقی تعلیمات	احمد ابن احمد	۱۷
مسلمان ماؤں کی ذمہ داریاں	ام جمیلہ	۱۹
دیار مدینہ	حکیم محمد اختر	۲۱
فضول خرچی	ڈاکٹر حیدر علی خاں	۲۲
اساتذہ کے لیے رہنما اصول	ڈاکٹر فیوض الرحمان	۲۴
بچے والدین کے پاس امانت ہیں		۳۲
اچھے برتن اچھی صحت		۳۶
سوال جواب	مفتی راشد حسین ندوی	۳۹
گھریلو نسخے	عائشہ جمال	۴۰

اپنی بہنوں سے

مدیر

مسلمان عورت کو اس کا صاف اور صریح حکم ہے کہ وہ غیر محرم مردوں کے اختلاط اور میل جول سے بچے اور ان تمام لغزشوں سے حفاظت کے لیے زیب و آرائش کے اظہار اور بن ٹھن کر نکلنے کی ممانعت سختی کے ساتھ کی گئی ہے حتیٰ کہ حکم ہے کہ وہ اپنی نگاہوں کو نیچی رکھے قرآن کریم نے اس کی تفصیل سے ہدایت کی ہے اور بغیر کسی تفریق کے حکم دیا ہے:

وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ الخ

ترجمہ: اور فرما دیجئے مسلمان عورتوں سے کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں اور اپنی زینت کی جگہوں کو ظاہر نہ کریں مگر جو کھلی ہوئی رہتی ہیں (جس کے چھپانے میں حرج ہے) اور اپنے دوپٹے اپنے سینوں پر ڈالے رہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ اگر اسی ایک حکم پر عمل کیا جاتا تو آج جو بے حیائی کے یہ مناظر دکھائی دیتے ہیں ان کا نام و نشان تک نہ ہوتا اور آزادی و بے باکی پرورش نہ پاتی۔ تجربہ بتلاتا ہے کہ جس زمانہ تک مسلمان مردوں اور عورتوں نے اس حکم پر سختی سے عمل کیا پورے پورے ملک میں ایک واقعہ بھی ایسا پیش نہ آیا جو بے حیائی کا مرقع کہلایا جا سکتا اور صرف یہی نہیں کہ کوئی برائی مبتلا ہوتا کسی کی یہ مجال تک نہ ہوتی کہ وہ کسی عورت کی طرف بری نگاہ اٹھا سکے اور آج بھی جن مسلمان ملکوں میں حیا و پاکدامنی کا یہ شعار قائم ہے وہاں برسوں گزر جاتے ہیں مگر کسی عورت کی بے آبروئی کا ایک واقعہ بھی پیش نہیں آتا۔ لیکن ایک آدھ ملک کے علاوہ ہر ملک میں بے حجابی کی منظم تحریکیں چلائی گئیں اور ان پاک بازبیبیوں کو (جن کو نگاہ تک نیچی رکھنے کا صریح حکم ہے) آوارہ پھرنے اور غیر مردوں سے اختلاط کی تلقین کی گئی اس کے لیے ایسے دلکش انداز اور دلآویز طریقے اختیار کیے گئے اور چاروں طرف ایسا ماحول بنایا گیا کہ حجاب فرسودہ اور ناقابل عمل طریقہ سمجھا جانے لگا ــــــ وہ مسلمان خاندان جو نئی تعلیم سے آراستہ تھے اور یورپین تہذیب و تمدن کے دلدادہ تھے وہ حجاب و نقاب کو باعث شرم سمجھنے لگے۔ غیر مردوں اور غیر عورتوں کا اختلاط دوستی اور بے تکلفی رقص و سرود جسموں کی آرائش و زیبائش اور مختلف طریقوں سے ان کا اظہار عین ترقی یافتہ سمجھا جانے لگا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بے حیائی کے تمام وہ مناظر سامنے آئے جن کے تصور سے بھی اب سے پہلے کوئی مسلمان عورت کانپ اٹھتی تھی۔ ــــــ ان تمام فحش کاریوں اور بے حیائی کے کریہہ مناظر کے سلسلے کی پہلی کڑی چہرے سے نقاب الٹنے کی تحریک تھی جس کو قرآن و حدیث کے نام اور تہذیب و تمدن کے واسطے سے شروع کیا گیا اور یہ بات اتنی بڑھی کہ رقص گاہوں، کلبوں اور ان میں اختلاط اور بے تکلفی کو ناکافی سمجھا گیا اور ایک ایسا طریقہ نکالا گیا جس کے بعد بے حیائی کا شاید ہی کوئی درجہ ہو۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کی اس سے حفاظت فرمائے۔ آمین۔

مولانا محمد منظور نعمانی

اخلاق حسنہ

مفسرین نے لکھا ہے کہ مال و دولت کے علاوہ جو خداداد قوت وطاقت، قابلیت اور محنت وغیرہ اللہ کے بندوں کی نفع رسانی کے لیے خرچ کی جائے وہ سب بھی اس میں داخل ہے، پھر اسی سورہ بقرہ کے آخری حصہ میں ایک جگہ ارشاد فرمایا گیا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنفِقُوا مِمَّا رَزَقْنَاكُم مِّن قَبْلِ أَن يَأْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيهِ وَلَا خُلَّةٌ وَلَا شَفَاعَةٌ ۗ (البقرۃ ع ۳۴)

اے ایمان والو! ہم نے جو کچھ تم کو دیا ہے اس میں سے (ہماری راہ میں دوسروں پر بھی) خرچ کرو، قبل اس کے کہ (قیامت کا) وہ دن آجائے جس میں نہ کوئی خرید و فروخت ہوگی نہ کسی یار کی یاری، نہ کسی کی سفارش کام آئے گی۔

اور تین رکوع کے بعد اسی سورہ بقرہ میں راہ خدا میں اپنی دولت و طاقت وغیرہ خرچ کرنے کی ترغیب دیتے ہوئے اس کی نافعیت اور اس کے اجر و ثواب کے بارے میں فرمایا گیا ہے:

وَمَا تُنفِقُوا مِنْ خَيْرٍ فَلِأَنفُسِكُمْ ۚ وَمَا تُنفِقُونَ إِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ اللَّهِ ۚ وَمَا تُنفِقُوا مِنْ خَيْرٍ يُوَفَّ إِلَيْكُمْ وَأَنتُمْ لَا تُظْلَمُونَ ۝ (بقرہ ع ۳۷)

اور جو اچھی چیز تم (اللہ کے بندوں پر) خرچ کروگے اس کا نفع اور ثواب تم ہی کو پہنچے گا، اور تمہارا خرچ کرنا لوجہ اللہ ہی ہونا چاہیے اور جو اچھی چیز بھی تم راہ خدا میں صرف کروگے تم کو اس کا پورا پورا صلہ ملے گا اور تمہاری کوئی حق تلفی نہ ہوگی۔

ایک دو آیتوں کے بعد پھر ارشاد ہوا ہے:

الَّذِينَ يُنفِقُونَ أَمْوَالَهُم بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَعَلَانِيَةً فَلَهُمْ أَجْرُهُمْ عِندَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝ (البقرۃ ع ۳۸)

جو بندے خرچ کرتے ہیں (اللہ کی راہ میں دوسروں پر) اپنا سرمایہ، رات میں اور دن میں، خفیہ اور علانیہ، پس ان کے واسطے ان کے رب کے ہاں (جنت میں) ان کا اجر ہے (جو اس کریم رب کی شان کے لائق ہے) اور (ان کا حال یہ ہوگا کہ) نہ انھیں کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

راہ خدا میں اللہ کے دوسرے بندوں پر اپنی چیزیں صرف کرنے کی ترغیب کے سلسلہ میں ایک بات قرآن مجید نے یہ بھی کہی ہے کہ اس راہ میں خرچ کرنے والا جتنا خرچ کرے گا اللہ کی طرف سے اس کا سیکڑوں گنا اس کو دیا جائے گا اس لیے راہ خدا میں خرچ کرنا گویا ایک انتہائی نفع بخش تجارت اور ایک ایسی کھیتی ہے جس سے ایک ایک دانہ کے عوض سیکڑوں، ہزاروں دانے کاشتکار کو حاصل ہوتے ہیں۔ اسی سورہ بقرہ میں ارشاد ہوا ہے:

مَّثَلُ الَّذِينَ يُنفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ أَنبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِي كُلِّ سُنبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ۗ وَاللَّهُ يُضَاعِفُ لِمَن يَشَاءُ ۗ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ۝ (البقرۃ ع ۳۵)

"جو لوگ راہ خدا میں اپنا مال خرچ کرتے ہیں ان کے اس مال کی مثال اس دانہ کی سی ہے جس کے سات بالیں اگیں، ان میں سے ہر بالی میں سو دانے ہوں، اور اللہ جس کے لیے چاہے (اس سے اور زیادہ بھی) بڑھاتا ہے اور اللہ بڑی وسعت والا اور سب کچھ جاننے والا ہے۔"

راہ خدا میں خرچ کرنے کی ترغیب کے لیے ایک نہایت موثر انداز قرآن مجید میں یہ بھی استعمال کیا گیا ہے کہ اس مد میں خرچ کرنے کو اللہ تعالیٰ کو قرض دینے سے تعبیر کیا گیا ہے۔ سورۂ مزمل میں ارشاد ہوا ہے:

وَأَقْرِضُوا اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا ۝ (مزمل ع ۲)

"اور اللہ کو اچھا قرض دو (یعنی چیز بھی اچھی ہو اور نیت بھی اچھی ہو)"

اور اس سے بھی زیادہ دلکش انداز میں سورۂ بقرہ میں ارشاد ہوا ہے:

مَّن ذَا الَّذِي يُقْرِضُ اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضَاعِفَهُ لَهُ أَضْعَافًا كَثِيرَةً ۝ (البقرہ ع ۳۲)

کون وہ بندہ ہے جو اللہ کو اچھا قرض دے پھر اللہ (اس کے بدلہ میں) اس کو بہت گنا بڑھا کر دے۔

اسی طرح سورۂ حدید فرمایا گیا ہے:

مَّن ذَا الَّذِي يُقْرِضُ اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضَاعِفَهُ لَهُ وَلَهُ أَجْرٌ كَرِيمٌ ۝ (حدید ع ۲)

"کون ایسا بندہ ہے جو اللہ کو قرض حسن دے پھر اللہ اس کو اس کے واسطے بڑھا دے اور اس کے واسطے کریمانہ اجر ہے۔"

اور سورۂ تغابن میں ارشاد ہوا ہے:

إِن تُقْرِضُوا اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا يُضَاعِفْهُ لَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۚ وَاللَّهُ شَكُورٌ حَلِيمٌ ۝ (تغابن ع ۲)

"اگر تم اللہ کو قرض حسن دوگے تو اللہ اس کو تمہارے لیے خوب بڑھائے گا اور تمہیں بخش دے گا اور اللہ بڑا قدر دان اور صاحب حلم ہے۔"

اس نیکی کی ترغیب کے لیے یہ "قرض حسن" دینے کی تعبیر ظاہر ہے کہ محض بندہ نوازی ہے ورنہ اللہ تعالیٰ تو "غَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ" ہے اس کی پاک ذات قرضہ لینے دینے اور اس قسم کے ہر معاملہ اور کاروبار سے وراء الوراء ہے۔

اس سلسلہ میں قرآن پاک کی ایک ہدایت اور تعلیم یہ بھی ہے کہ اللہ کی راہ میں اس کے بندوں پر اچھی اور مرغوب و محبوب چیز خرچ کی جائے، ایسا نہ ہو کہ جب کوئی چیز اپنے لیے ناقابل استعمال، ناکارہ اور بے قیمت ہو جائے تو اس کو اٹھا کر اللہ کی راہ میں دے دیا جائے۔ سورۂ بقرہ کے اواخر میں جہاں راہ خدا میں خرچ کرنے کی بار بار ترغیب دی گئی ہے وہیں یہ ہدایت بھی فرمائی گئی ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنفِقُوا مِن طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّا أَخْرَجْنَا لَكُم مِّنَ الْأَرْضِ ۖ وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيثَ مِنْهُ تُنفِقُونَ وَلَسْتُم بِآخِذِيهِ إِلَّا أَن تُغْمِضُوا فِيهِ ۚ (البقرہ ع ۳۷)

اے ایمان والو! تم اپنی کمائی میں سے اور زمین سے ہماری نکالی ہوئی پیداوار میں سے اچھی عمدہ چیزیں (ہماری راہ میں) خرچ کرو، اور ایسا نہ ہو کہ بالقصد اور سوچ سمجھ کے ردی اور خراب چیزیں اس میں سے (اس راہ میں) خرچ کرو، اور حال یہ ہو کہ اگر تمہیں کوئی ایسی ردی چیز دے تو نہیں ہو تم اس کو لینے والے الا یہ کہ تم اس میں چشم پوشی سے کام لو۔

حدیث کی روشنی میں

امۃ اللہ تسنیم

نیکیوں کے مختلف اور متعدد طریقے

وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَیْرٍ فَاِنَّ اللّٰہَ بِہٖ عَلِیْمٌ ٥ (بقرہ ع ۲۶)

"جو تم لوگ کچھ نیکی کرو گے اللہ تعالیٰ اس کو جاننے والا ہے۔"

وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَیْرٍ یَّعْلَمْہُ اللّٰہُ (بقرہ ع ۲۴)

اور جو تم بھلائی کرو گے اللہ اس کو جان لے گا۔

فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ خَیْرًا یَّرَہٗ ٥ (زلزال ع ۱)

جو ایک ذرہ کے برابر نیکی کرے گا اس کو پائے گا۔

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِہٖ (حم سجدہ ع ۶)

جس نے نیک عمل کیا اس نے اپنے نفس کے لیے کیے۔

نیکیوں کی متعدد صورتیں

حضرت ابوذر جُندُب بن جنادہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کون سا عمل افضل ہے آپ نے فرمایا اللہ پر ایمان اور اس کے راستہ میں جہاد۔ میں نے کہا کس گردن کا آزاد کرنا افضل ہے فرمایا جو مالکوں کے نزدیک سب سے اعلیٰ اور سب سے بیش قیمت ہو۔ عرض کیا اگر میں نہ کر سکوں، فرمایا کرنے والوں کی مدد کر دیا بے سلیقہ پھوہڑ آدمی کا کام بنا دو۔ کہا اگر یہ بھی نہ ہو سکے۔ فرمایا لوگوں کو اپنی ذات سے تکلیف نہ پہنچاؤ تو یہ خود اپنے اوپر تمہارا صدقہ ہوگا (بخاری مسلم)

صدقہ کی بہت سی صورتیں

حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے ہر جوڑ پر صدقہ ہے۔ ہر تسبیح (سبحان اللہ کہنا) صدقہ ہے۔ ہر تہلیل (لا الہ الا اللہ کہنا) صدقہ ہے۔ ہر تحمید (الحمد للہ کہنا) صدقہ ہے۔ ہر تکبیر (اللہ اکبر کہنا صدقہ ہے نیکی کا حکم دینا صدقہ ہے برائی سے روکنا صدقہ ہے اور چاشت کی دو رکعتیں ان چیز کا بدل ہو سکتی ہیں۔

حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ پر میری امت کے اعمال پیش کیے گئے، ان کی بھلائیاں اور برائیاں دکھائی گئیں میں نے ان کے اعمال کے محاسن میں راستہ کی گندگی اور تکلیف کی چیز ہٹا دینا پایا ہے اور ان کے اعمال کی برائیوں میں یہ پایا کہ مسجد میں کھکار اور تھوک ہو اور اس کو دبایا نہ جائے۔ (مسلم)

غریبوں کا صدقہ کیا ہے

حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے کہ غریبوں نے کہا یا رسول اللہ دولت مند ہم پر اجر میں سبقت لے گئے، ہم نماز پڑھتے ہیں وہ بھی نماز پڑھتے ہیں۔ ہم روزے رکھتے ہیں وہ بھی روزے رکھتے ہیں اور وہ اپنے فاضل مالوں سے صدقہ دے کر اپنی نیکیوں میں اضافہ کر لیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے بھی

صدقہ میں وسعت رکھی ہے بیشک ہر تسبیح صدقہ ہے، ہر تحمید صدقہ ہے، ہر تہلیل صدقہ ہے، نیکی کا حکم دینا صدقہ ہے اور برائی سے باز رکھنا صدقہ ہے انھوں نے عرض کیا اگر کوئی اپنے خواہش کے کام کرے تو؟ فرمایا کوئی اپنی خواہش حرام طور سے پوری کرتا ہے تو گنہگار ہوگا اسی طرح حلال طور سے اپنی خواہش پوری کرے گا تو لازماً ثواب کا مستحق ہوگا۔

مسلمان بھائی سے خوش ہو کر ملنا

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی نیک کام کو حقیر نہ سمجھو اگرچہ اپنے بھائی سے خندہ پیشانی کے ساتھ ملو۔ (مسلم)

صدقہ کی بہت سی صورتیں

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انسان کو اپنے ہر جوڑ پر صدقہ دینا لازم ہے۔ دو آدمیوں کے درمیان عدل کرنا صدقہ ہے اور آدمی کی مدد کرنا کسی کو اس کی سواری پر سوار کرا دینا یا کسی کا سامان اس کی سواری پر لاد دینا صدقہ ہے اچھی بات کہنا صدقہ ہے اور ہر قدم جو نماز کے لیے اٹھے صدقہ ہے راستہ سے کانٹے وغیرہ کا ہٹا دینا صدقہ ہے۔ (بخاری مسلم)

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدم کی اولاد میں ہر انسان تین سو ساٹھ جوڑوں میں پیدا کیا گیا ہے جس نے اللہ کی بڑائی کی اور اللہ کی تعریف کی، اللہ کی تہلیل کی، اللہ کی پاکی بیان کی اور اللہ سے بخشش چاہی اور پتھر کانٹا یا ہڈی لوگوں کے راستہ سے ہٹا دی اور نیکی کا حکم دیا برائی سے باز رکھا، تین سو ساٹھ کی تعداد میں یہ سب نیکیاں کیں تو وہ اس دن اس حالت میں چلے پھرے گا کہ اپنے کو جہنم سے بچا چکا ہوگا۔

مسجد میں آنے کی فضیلت

حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جو مسجد میں صبح کو آیا یا شام کو آیا اس کے لیے اللہ نے جنت کی مہمانی تیار کی ہے جب صبح اور شام آئے۔ (بخاری مسلم)

تحفہ یا اپنی چیز بھی حقیر نہ سمجھو

حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے مسلمان عورتو! اپنے کسی ہمسائے کے لیے کسی تحفہ کو حقیر نہ سمجھو اگرچہ بکری کا ایک کھر ہی ہو۔ (بخاری مسلم)

راستے سے کانٹے کا ہٹا دینا بھی ایمان کی ایک شاخ ہے

حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا ایمان کی ساٹھ یا ستر شاخیں ہیں ان میں لا الٰہ الا اللہ کا کہنا افضل ہے اور ادنیٰ کام راستہ سے کانٹے وغیرہ کا ہٹا دینا ہے اور حیا ایمان کی ایک شاخ ہے۔ (بخاری مسلم)

بقیہ: اسلام کی اخلاقی

پہنچائی جاتی ہے اور ان میں سے بھی ہاتھ کی تکالیف کچھ کم ہوتی ہیں مگر زبان سے جو تکالیف پہنچائی جاتی ہیں ان کی تعداد و شمار سے باہر ہے۔ غیبت، چغلی، دھوکا، فریب وغیرہ یہ سب زبان ہی کے کرتوت ہیں حدیث پاک میں اس شخص کو حقیقی مسلمان فرمایا گیا ہے جو دوسرے لوگوں کو ان تمام تکالیف سے محفوظ رکھتا ہو۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو حقیقی مسلمان بننے اور اسلام کی سنہری تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کی توفیق نصیب فرمائے تاکہ پھر سے اسلام کے عروج کا نظارہ پوری دنیا دیکھے۔

اہل ایمان کو چند نصیحتیں

مولانا محمد عاشق الٰہی بلند شہری

ارشاد ربانی ہے:

ترجمہ: "اے ایمان والو! نہ تو مرد مردوں کی ہنسی اڑائیں ہو سکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں عورتوں کی ہنسی اڑائیں ممکن ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں اور نہ اپنی جانوں کو عیب لگاؤ اور نہ ایک دوسرے کو برے لقب سے یاد کرو اور ایمان کے بعد گناہ کا نام لگنا برا ہے اور جو شخص توبہ نہ کرے تو یہ لوگ ظلم کرنے والے ہیں۔"

"اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے بچو، بلاشبہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں اور تجسس نہ کرو اور بعض بعض کی غیبت نہ کریں، کیا تم میں سے کوئی شخص اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے اسے تو تم برا سمجھتے ہو، اور اللہ سے ڈرو بے شک اللہ توبہ قبول کرنے والا ہے مہربان ہے۔"

"اے لوگو! بے شک ہم نے تمھیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے اور پھر تمھارے مختلف خاندان اور قبیلے بنا دیے تاکہ آپس میں شناخت کر سکو بے شک تم میں سب سے بڑا عزت والا اللہ کے نزدیک وہ ہے جو تم میں سب سے بڑا پرہیزگار ہے، بے شک اللہ جاننے والا باخبر ہے۔"

ان آیات میں اہل ایمان کو چند نصیحتیں فرمائی ہیں اولاً تو یہ فرمایا کہ ایک دوسرے کا مذاق نہ بنائیں اور کوئی کسی کے ساتھ تمسخر نہ کرے چونکہ مردوں کا آپس میں زیادہ ملنا جلنا رہتا ہے اور عورتوں کا عورتوں سے زیادہ ملنا جلنا رہتا ہے اس لیے طرز خطاب یوں اختیار فرمایا کہ مرد مردوں کا مذاق نہ بنائیں اور عورتیں عورتوں کا مذاق نہ بنائیں، یہ مطلب نہیں ہے کہ مردوں کو عورتوں کا اور عورتوں کو مردوں کا مذاق اڑانے کی اجازت دی گئی ہے، ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ ہنسی کرنے والوں اور مذاق کرنے والوں کو اس کا کیا حق ہے کہ کسی کا مذاق بنائیں، بڑائی ایمان اور اعمال صالحہ سے ہے اور اللہ تعالیٰ کے یہاں مقبول ہونے سے ہے۔ ہر شخص کے ظاہری اعمال باطنی جذبات، اخلاص وحسن نیت کو نہیں جانتا اور یہ بھی نہیں جانتا کہ یہ شخص اللہ تعالیٰ کے یہاں مقبول ہے یا نہیں، اس سے بڑھ کر بات یہ ہے کہ موت کے بعد کون کس سے افضل ہوگا اس کا بھی علم نہیں، ہو سکتا ہے کہ جس کا مذاق بنایا جا رہا ہے وہ مذاق بنانے والے سے بہتر ہو۔ مردوں میں بھی یہی بات ہے اور عورتوں میں بھی۔ اگر موت کے بعد اپنے اچھے حال کا اور جس کا مذاق بنا رہا ہے اور اس کی بدحالی کا یقین ہو جاتا تو تمسخر کرنے کی کوئی وجہ بھی تھی، لیکن جب اپنے ہی بارے میں علم نہیں کہ میرا کیا بنے گا تو دوسرے کا مذاق بنانے کا کیا مقام ہے؟ کسی کا مذاق بنانے میں ایک تو تکبر ہے کیونکہ مذاق بنانے والا یہ سمجھتا ہے کہ میں ایسا نہیں ہوں جیسا وہ ہے اگر اپنے

حالات کا استحضار ہو تو کبھی کسی کی برائی اور غیبت کرنے اور کسی کا مذاق بنانے کی نہ ہمت ہو نہ فرصت ملے، دوسرے کا مذاق بنانے میں ایذا رسانی بھی ہے اس سے اس کو قلبی تکلیف ہوتی ہے جس کا مذاق بنایا گیا۔ ایذا دینا حرام ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "تو اپنے بھائی سے جھگڑا نہ کر اور اس سے مذاق نہ کر (جس سے اسے تکلیف پہنچے) اور اس سے کوئی ایسا وعدہ نہ کر جس کی تو خلاف ورزی کرے۔"

(مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۱۷)

"خوش طبعی کے طور پر آپس میں جو مذاق کیا جائے جسے عربی میں مزاح کہتے ہیں وہ درست ہے مگر جھوٹ بولنا اس میں بھی جائز نہیں ہے اور اگر مزاح سے کسی کو تکلیف ہو تو وہ بھی جائز نہیں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کبھی مزاح فرما لیتے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اس موقع پر بھی حق بات ہی کرتا ہوں۔"

(مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۱۶)

یاد رہے کہ یہ ضروری نہیں ہے کہ کسی کا تمسخر زبان سے ہی ہو آنکھ سے یا ہاتھ سے یا سر سے اشارہ کرکے کسی کا مذاق بنانا اسے معلوم ہو یا نہ ہو یہ سب حرام ہے سورۃ الہمزۃ میں اس پر تنبیہ فرمائی ہے:

فقال اللہ تعالیٰ ویل لکل ھمزۃ لمزۃ "بڑی خرابی ہے اس شخص کے لیے جو پس پشت عیب نکالنے والا ہو اور سامنے طعنہ دینے والا ہو۔"

دوسری نصیحت فرمائی "ولا تلمزوا انفسکم" اور اپنی جانوں کو عیب نہ لگاؤ، یہ بھی بہت جامع نصیحت ہے کسی کو طعنہ دینا اس کے جسم میں، بول چال میں، قد میں عیب ظاہر کرنا، زبان سے ہو یا اشارے سے خط میں لکھ کر ہو، مضمون شائع کرکے ہو لفظوں کے عموم میں یہ سب باتیں آ گئیں اگر کسی کے اندر کوئی عیب موجود ہو تب بھی عیب ظاہر کرنے کے طور پر بیان کرنا حرام ہے کسی دراز قد کو لنڈ ڈھینگ یا لمبو کہہ دینا، پستہ قد کو ٹھگنا بتا دینا کسی کے ہکلے پن کی نقل اتار دی جس کی چال میں فرق ہے اسے لنگڑا کہہ دیا، نابینا کو اندھا کہہ کر پکارا، یہ سب عیب لگانے میں آتا ہے اور اس طرح جو باتیں عام طور پر رواج پذیر ہیں ان سب سے پرہیز کرنا لازم ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج میں حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا قد چھوٹا تھا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں نے ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ صفیہ کا قد چھوٹا ہے (اور یہ بطور عیب لگانے کو کہا) آپ نے فرمایا کہ تو نے ایسا کلمہ بولا ہے کہ اگر اسے سمندر میں بھی ملا دیا جائے تو اسے خراب کرکے رکھ دے۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۱۴)

یاد رہے کہ "ولا تلمزوا غیرکم" نہیں فرمایا بلکہ "ولا تلمزوا انفسکم" فرمایا اس کی وجہ یہ ہے کہ سب مسلمان آپس میں ایک ہی ہیں، جب کسی مسلمان کو عیب لگایا تو اپنی ذات کو بھی عیب دار بنا دیا۔ پھر یہ بات بھی ہے کہ جب کسی کو کچھ کہیں گے تو وہ الٹ کر جواب دے گا اس طرح سے اپنا عمل اپنے ہی طرف لوٹ کر آ جائے گا اور اپنی اس بے آبروئی کا سبب خود ہی بنیں گے۔

تیسری نصیحت یہ فرمائی "ولا تنابزوا بالالقاب" اور نہ ایک دوسرے کو برے لقب سے یاد نہ کرو، اس میں آپس میں ایک دوسرے کو برا لقب دینے اور برے القاب سے یاد کرنے کی ممانعت فرمائی ہے۔ مثلاً کسی مسلمان کو فاسق یا منافق یا کافر کہنا اور کسی ایسے لفظ سے یاد کرنا جس سے برائی ظاہر ہوتی ہو اس لیے منع فرمایا، کسی کو کتا یا گدھا یا خنزیر کہنا کسی نومسلم کو اس کے سابق دین کی طرف منسوب کرنا یعنی یہودی یا نصرانی کہنا یہ سب تنابزوا بالالقاب میں آتا ہے یہ بھی حرام ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اہلیہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا پہلے یہودی

دین پر تھیں ان کا اونٹ مریض ہو گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دوسری اہلیہ زینب رضی اللہ عنہا بنت جحش سے فرمایا اسے ایک اونٹ دے دو انھوں نے کہا کیا میں یہودی عورت کو دے دوں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے اس جواب کی وجہ سے غصہ ہو گئے اور ذی الحج اور محرم اور کچھ ماہ صفر کا حصہ ایسا گزرا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زینب رضی اللہ عنہا سے تعلقات نہیں رکھے (رواہ ابو داؤد ص ۲۷۶ ج ۲) مسند احمد ص ۲۳۷ و ص ۳۳۸ ج ۶ میں ہے کہ یہ واقعہ سفر حج کا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آیت "تنابزوا بالالقاب" سے مراد یہ ہے کہ کسی شخص نے کوئی گناہ یا برا عمل کیا ہو اور پھر اس سے تائب ہو گیا ہو اس کے بعد اس کو اس برے عمل کے نام سے پکارنا مثلاً چور یا زانی یا شرابی وغیرہ کہنا (ذکرہ فی معالم التنزیل) ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ جس نے اپنے (مسلمان) بھائی کو کسی گناہ کی وجہ سے عیب دار بتایا یعنی عیب لگایا تو یہ شخص اس وقت نہیں مرے گا جب تک خود اس گناہ کو نہ کر لے۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۱۴)

پھر فرمایا بئس الاسم الفسوق بعد الایمان" (اور ایمان کے بعد گناہ کا نام لگنا برا ہے) اس کا مطلب یہ ہے کہ تم مومن ہو کسی کو کسی کا مذاق بناؤ گے عیب لگاؤ گے، برے لقب سے یاد کرو گے تو یہ فسق کا کام ہوگا۔ کہنے والے کہیں گے کہ دیکھو وہ آدمی فاسق ہے مسلمان ہو کر فسق اور گناہ گاری کی صفت سے اپنی ذات کو موصوف اور معروف کرنا بری بات ہے۔ کوئی شخص مومن ہو اور اس کی شہرت گناہ گاری کے ساتھ ہو یہ بات اہل ایمان کو زیب نہیں دیتی۔ جب اسلام کو اپنا دین بنا لیا تو اسلام ہی کے کاموں پر چلیں اور صالحین میں شمار ہوں۔ فاسقین کی فہرست میں کیوں شمار ہوں۔ اور تفسیر قرطبی میں" بئس الاسم الفسوق" کا ایک معنی یہ لکھا ہے کہ جو کوئی شخص مومن ہو اس نے گناہ کر لیا پھر توبہ کر لی تو اس کو فسق کے نام سے یاد کرنا بری بات ہے۔ مثلاً نو مسلم کو کافر بتانا یا سابق گناہ کی وجہ سے زانی یا سارق یا چور کہنا بری بات ہے یعنی جس کے حق میں یہ بات کہہ رہے ہو وہ مومن ہے تو اسے برے لقب سے یاد کرنا بری بات ہے۔

آخر میں فرمایا (ومن لم یتب فاولئک ھم الظالمون) اور جو گناہوں سے توبہ نہ کرے سو یہ لوگ ظلم کرنے والے ہیں ان کا ظلم ان کی جانوں پر ہے تمام گناہوں سے توبہ کریں عموم حکم میں ان تینوں گناہوں سے بھی توبہ کرنا ہے جن کا آیات بالا میں ذکر گزرا۔

چوتھی نصیحت یہ فرمائی کہ بدگمانی سے پرہیز کرو، ارشاد فرمایا: "یایھا الذین اٰمنوا اجتنبوا کثیرا من الظن" کہ اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے بچو اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا ان بعض الظن اثم کہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں یہ بات یہ ہے کہ بدگمانی بہت سے گناہوں کا پیش خیمہ ہوتی ہے، بہت سے لوگوں میں وہ بات ہوتی ہی نہیں جسے محض اٹکل اور گمان سے طے کر لیا جاتا ہے اور پھر اپنے گمان کے مطابق تہمتیں لگاتے ہیں اور غیبتیں کرتے ہیں۔ بدگمانی کی بنیاد پر جو باتیں کہی جاتی ہیں وہ آگے بڑھتی ہیں، اس سے آپس میں فتنہ فساد پیدا ہوتا ہے حالانکہ گمان اپنا ایک ذاتی خیال ہوتا ہے خیال کا صحیح ہونا ضروری نہیں اسی لیے سورۃ النجم میں فرمایا ہے ان الظن لا یغنی من الحق شیئا کہ گمان حق کے بارے میں کچھ بھی فائدہ نہیں دے سکتا مومنین سے اچھا گمان رکھیں اور بدگمانی سے پرہیز کریں۔ یاد رہے کہ اگر کسی شخص سے کچھ نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو تو اس سے میل جول میں احتیاط کرنا اور اس کے شر سے بچنے کے لیے یہ خیال کرنا کہ ممکن ہے کہ یہ مجھے کوئی تکلیف پہنچا دے۔

(باقی صفحہ پر)

مسجد نبوی ﷺ

اسلام کی پہلی تعلیمی درسگاہ

اسلام سے قبل کے دور کو دور جہالت یا جاہلیت سے موسوم کیا جاتا ہے، اس لیے کہ جہالت و ناخواندگی تمام دینی و دنیوی خسران و تباہی کا موجب ہوتی ہے۔ نزول وحی سے قبل عرب میں گنتی کے چند افراد لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔ نزول قرآن کی برکت سے اس طرح علم کا دور دورہ ہوا کہ دیکھتے ہی دیکھتے ہزاروں لاکھوں افراد زیور علم سے آراستہ ہو گئے، اور تعلیم و تعلم کا ایسا ماحول قائم ہوا کہ اب ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملتا۔ گویا دنیا میں پہلی بار کمپلسری (لازمی) تعلیم کا انطباق دور نبوت اور دور خلفائے راشدین میں ہوا۔ یہ سب فیضان تھا قرآن اور صاحب قرآن صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمی جد و جہد کا۔ آیئے مختصر طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے اس تعلیمی انقلاب کا جائزہ لیں۔

قرآن مجید کی سب سے پہلی آیت میں پڑھنے کا حکم دیا گیا

اسلام کا آغاز اس وقت ہوا جب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر چالیس سال کی عمر میں وحی اتری۔ اس بات کا کوئی پتہ نہیں چلتا کہ نو عمری میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم عمر بھر امی ہی رہے اس کے باوجود کس قدر اثر انگیز واقعہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے پاس سے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے پہلی وحی آئی اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین کو حکم تھا کہ اقرا یعنی پڑھ! اپنے رب کے نام سے جو خالق ہے جس نے انسان کو ایک خون کے جمے ہوئے قطرے سے پیدا کیا، پڑھ تیرا بزرگ رب ہی ہے جس نے قلم کے ذریعے سے تعلیم دی اور انسان کو وہ چیز بتائی جو وہ نہ جانتا تھا۔ (سورۂ علق ۱-۴)

یہ امر قابل لحاظ ہے کہ قریب قریب وہ تمام آیات جن میں لکھنے پڑھنے یا علم سیکھنے کا ذکر ہے، وہ مکی آیات ہیں اس کے برخلاف مدنی آیات میں کام کرنے کا حکم اور تعمیل کرنے پر زیادہ زور ہے۔

حصول علم کے لیے سفر ناگزیر ہے

اس سلسلے میں قرآن کریم نے ایک مکی سورت (کہف) میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ بیان کیا ہے کہ کس طرح وہ طلب علم کے لیے گھر سے نکلے، سفر کی صعوبتیں برداشت کیں۔ اس قصے کا ماحاصل یہ ہے کہ کوئی شخص خواہ کتنا ہی عالم ہو جائے ہر چیز نہیں جان سکتا اور یہ کہ علم کی زیادتی کی خواہش ہو تو دور دراز کا سفر ناگزیر ہے بلاشبہ حضرات انبیاء علیہم السلام کی بعثت کا بڑا مقصد علم ہی ہوتا تھا۔ چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ حقیقت میں تعلیم و تعلم لازم و ملزوم ہیں۔ خاص طور پر ایسے شخص کے لیے جو مذہب و سیاست میں تفریق کا قائل نہ ہو۔

مدینہ منورہ میں سب سے پہلے معلم کا بھیجنا

اسلام کے ابتدائی دور میں بیعت عقبہ ثانیہ جو ہجرت سے دو سال قبل ہوئی تھی تقریباً ایک درجن اہل مدینہ نے اسلام قبول کیا تھا ان کی خواہش پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ مکہ مکرمہ سے ایک تربیت یافتہ معلم حضرت مصعب بن عمیرؓ کو کر دیا تھا جو انھیں قرآن کریم کی تعلیم دے سکیں بلاشبہ اس ابتدائی زمانے میں تعلیم سے مراد عقائد دین اور عبادت کے طریقوں کی تعلیم ہی ہو سکتی ہے۔

اس سلسلے میں ایک اہم چیز یہ بیان کی جا سکتی ہے کہ ہجرت سے قبل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کاتبوں کو مقرر کر رکھا تھا جن کا کام یہ تھا کہ جیسے جیسے وحی نازل ہوتی جائے وہ اس کو لکھ لیں چنانچہ تاریخ بتاتی ہے کہ جب حضرت عمرؓ اسلام لانے لگے تو انھیں قرآن مجید کی چند سورتیں اپنی بہن کے گھر لکھی ہوئی ملی تھیں اور بظاہر ان کی بہن بھی پڑھنا جانتی تھیں۔

اسلام کی سب سے پہلی درس گاہ

مدینہ منورہ آنے کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلا کام جو کیا وہ مسجد نبوی کی تعمیر تھی۔ مسجد ہی کے ایک حصے میں سائبان اور چبوترہ (صفہ) بنایا گیا تھا یہ اولین اسلامی اقامتی جامعہ تھی، رات کو طلبا یہیں رہتے تھے۔ ایسے اساتذہ وہاں مقرر کیے گئے جو وہاں لکھنے پڑھنے اور مسائل دینیہ کی تعلیم دیتے تھے۔ کتابت یا لکھنا سکھانے والے اساتذہ میں حضرت عبداللہ بن سعیدؓ بن عاص اور حضرت عبادہ بن صامتؓ وغیرہ تھے جو خوش نویس تھے اسی مدرسے میں مقیم شب باش طلبا ستر اسی تک ہو جاتے تھے۔ اس اقامتی درس گاہ میں لکھنے پڑھنے کے علاوہ جو تعلیم دی جاتی تھی وہ فقہ دینی مسائل، قرآن مجید کی سورتیں زبانی یاد کرنا، فن تجوید اور دیگر اسلامی علوم تھے۔ اس طرح عبادات اور معاشرت بھی سکھائی جاتی تھی جس کی نگرانی خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم ذاتی طور پر فرماتے تھے اور وہاں رہنے والوں کی غذا وغیرہ کا بندوبست فرماتے تھے۔ یہ طلبا اپنے فرصت کے اوقات میں طلب روزگار میں بھی مصروف ہوا کرتے تھے مقیم طلبا کے علاوہ مدینہ منورہ کے لوگ بھی مسجد میں شریک درس ہوتے تھے اس کے علاوہ دور دراز کے قبائل سے بھی شائقین علم آتے اور نصاب کی تکمیل کے بعد اپنے وطن واپس ہو جاتے۔ یہ لوگ عموماً صفہ میں ٹھہرا کرتے تھے اس لیے بعض اوقات طلبا کی تعداد میں کافی اضافہ ہو جاتا، اسی لیے بعض مؤلفین صفہ کے چار سو طلبا کا ذکر کرتے ہیں۔

پہلا معلم اور ناظم تعلیمات

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی ذاتی طور پر تعلیم دیا کرتے تھے جس میں جلیل القدر صحابہ شریک ہوتے تھے نیز آپ مسجد نبویؐ کے حلقہ درس کا اکثر معائنہ بھی فرمایا کرتے تھے۔ اگر وہاں کوئی بے توازنی نظر آتی تو فوراً تدارک فرما دیا کرتے تھے چنانچہ ترمذی شریف میں ہے کہ ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قضا و قدر سے منع فرما دیا اور ارشاد فرمایا کہ تم میں بہت سی گزشتہ امتیں اس مسئلے میں الجھ کر گمراہ ہوئی تھیں غرض پہلے معلم اور ناظم تعلیمات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی تھی۔

عہد نبویؐ میں مدینہ کی دیگر درس گاہیں

مدینہ منورہ میں مسجد نبوی ہی واحد درس گاہ نہیں تھی بلکہ یہاں کم از کم نو مسجدیں خود عہد نبوی میں بن چکی تھیں اور ہر مسجد اپنے محلے اور آس پاس والے لوگوں کے لیے درس گاہ ہی تھی۔ خاص کر بچے بھی وہاں پڑھنے آیا کرتے تھے۔ بعض احادیث میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عام احکامات ان لوگوں کے بارے

میں محفوظ ہیں جو اپنے محلے کی مسجدوں میں تعلیم چاہتے تھے نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم بھی صادر فرمایا تھا کہ لوگ اپنے پڑوسیوں سے بھی تعلیم حاصل کریں مدینہ منورہ میں سن ۲ ہجری میں ایک اور اقامتی درس گاہ دار القراء کا بھی پتہ چلتا ہے جو مخرمہ بن نوفل کے مکان میں قائم تھی۔

دور دراز کے علاقوں میں تربیت یافتہ معلمین کا بھیجنا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم کی توسیع و اشاعت کے لیے ہر ممکن ذرائع استعمال فرمائے۔ چنانچہ بدر میں ستر کے قریب اہل مکہ گرفتار ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کی رہائی کے لیے جو مالدار نہ تھے، یہ فدیہ مقرر فرمایا کہ مدینہ کے دس دس مسلمانوں کو لکھنا پڑھنا سکھائیں۔ اس کے علاوہ جب قبائل کے وفود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کسی تربیت یافتہ معلم کو ان کے ساتھ کر دیتے تھے کہ وہ اس علاقے میں جا کر دینیات کی تعلیم کا بندوبست کریں۔ یہ اپنا کام مکمل کرنے کے بعد وہ معلم مدینہ منورہ واپس آ جاتے تھے بیر معونہ کے مشہور واقعے میں ستر قراء (معلم) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ کر دیے تھے جنھیں نجد کے علاقے اور دیگر قبائل میں کام کرنا تھا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمی کوششوں کے نتائج

شرح خواندگی میں اس تیزی سے ترقی ہوئی کہ ہجرت کو چند ہی سال گزرے تھے کہ قرآن مجید میں لین دین اور تجارتی معاملے جس میں رقم ادھار ہو تحریری طور پر انجام دینے کے متعلق ایک طویل اور مفصل ہدایت والی آیت اتری۔ سورۃ البقرہ کی آیت جو قرآن کریم کی سب سے بڑی آیت ہے "اور اس تجارتی دستاویز پر کم از کم دو اشخاص کی گواہی لی جائے" اس کا منشاء قرآن کے الفاظ میں یہ تھا کہ اس طرح تحریری گواہی خدا تعالیٰ کے نزدیک زیادہ منصفانہ ہے، اور بوقت ضرورت شہادت (گواہی) کے اغراض کے لیے زیادہ مستحکم وسیلہ ہے اور شہادت پیدا ہونے کی صورت میں رفع شک کا بہترین ذریعہ ہے۔ ظاہر ہے کہ ملک میں خواندگی کی وسعت کے بغیر ایسا حکم نہیں دیا جا سکتا تھا نیز اس زمانے میں پیشہ ور کاتبوں (منشی و وکیل) کا بھی پتہ چلتا ہے۔ تاریخ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی ڈھائی تین سو خطوط محفوظ رکھے ہیں صحیح مقدار اس سے بہت زیادہ ہونی چاہیے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حکومت دس لاکھ مربع میل کے علاقے پر تھی جس میں آپ وقتاً فوقتاً احکامات صادر فرماتے تھے اور تقریباً دس سال تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکمرانی کے فرائض انجام دیے۔

عہد نبوی میں مختلف علوم میں تخصص اور ماہرین السنہ

عہد نبوی میں فنی ذوق یا تخصص بھی ترقی کر گیا تھا۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ جس کو قرآن سیکھنا ہو وہ فلاں صحابی کے پاس جائے اور جس کو تجوید یا تقسیم ترکہ کا حساب یا فقہ سیکھنا ہو وہ فلاں صحابی کے پاس جائے۔ اسی طرح ساری دنیا کی اقوام کو خدا کا پیغام پہنچانے اور ایک مملکت کے حاکم اعلیٰ ہونے کی حیثیت سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مترجمین کی بھی ضرورت ہوا کرتی تھی جو غیر زبانیں جانتے ہوں۔ حضرت زید بن ثابتؓ جو دربار نبوت کے منشی (سکریٹری اسٹیٹ) کہے جا سکتے ہیں وہ فارسی، عبرانی اور (یونانی) جانتے تھے اس زمانے کی یہی تین علمی اور عالمی زبانیں تھیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں حکم دیا تھا کہ وہ عبرانی خط لکھنا پڑھنا سیکھیں اور چند ہفتوں میں وہ اس میں طاق ہو گئے تھے اسی طرح حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے بارے میں بھی مشہور ہے کہ وہ کثیر زبانیں جانتے تھے۔

عہدِ نبویؐ کا نصابِ تعلیم

نصابِ تعلیم کا مسئلہ ایسا ہے کہ اس کو پوری صحت کے ساتھ بیان کرنا دشوار ہے۔ ہمارے پاس جو محدود و مختصر مواد ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ ہر جگہ ایک ہی نصاب جاری نہ تھا یعنی ہر علاقے کی ضروریات و نفسیات کا بھی لحاظ رکھا گیا تھا معینہ کتب پڑھانے کی جگہ معین مدرس کے پاس لوگ جایا کرتے تھے اور جو علوم وہ پڑھا سکتا تھا پڑھتے تھے علم کے زیادہ شائقین لوگ اس کے بعد دوسرے مدرس کے پاس پھر تیسرے مدرس کے پاس جاتے۔

بہر حال اتنا معلوم ہوتا ہے کہ قرآن و سنت کے ہمہ گیر نصاب کے علاوہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا کہ نشانہ بازی، پیراکی، تقسیم ترکہ کی تعلیم، ریاضی، معیاری طب، علم ہئیت، علم انساب اور علم تجوید قرآنی کی تعلیم دی جایا کرے۔

خواتین کی تعلیم کے انتظامات

عورتیں بھی اس تعلیمی سیاست کا اہم موضوع تھیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن مقرر فرمالیا تھا جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کے خصوصی مجمع میں تشریف لے جاتے اور ان کو تعلیم دیتے اور ان کے سوالات کے جوابات دیتے۔ قرآن کریم نے بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں پر ایک فریضہ عائد کیا وہ یہ کہ وہ دوسروں کو تعلیم دیا کریں ایک حدیث میں یہ واقعہ بیان ہوا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خاتون سے خواہش کی کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک بیوی کو لکھنے پڑھنے کی تعلیم دیں۔ ام المومنین حضرت حفصہ رضؓ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے اپنی ایک رشتہ دار خاتون شفاء بنت عبداللہ سے (جو خوب پڑھی لکھی تھیں) لکھنا سیکھ لیا تھا حضرت عائشہ رضؓ کو فقہ اور دیگر اسلامی علوم نیز ادب، شاعری اور طب میں بڑا دخل تھا۔ یہاں تک کہ ایک مرتبہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تہائی علم عائشہ رضؓ سے حاصل کرو۔" ایک حدیث میں وارد ہے کہ جس کے پاس کوئی لونڈی ہو وہ اسے تعلیم اور اچھی طرح تعلیم دے اور اس کی تربیت کرے اور اچھی طرح تربیت کرے پھر اس کو آزاد کر کے باضابطہ نکاح کرے تو اس کو دوگنا ثواب ملے گا۔

دس لاکھ مربع میل کے وسیع علاقے کے لیے بنیادی تعلیم کا انتظام

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ طے شدہ سیاست تھی کہ صرف وہی لوگ قوم کی سیادت (قیادت) سرداری اور رہنمائی کریں اور (نتیجتاً) مسجدوں میں امام بنیں جو قرآن مجید اور سنت کے زیادہ سے زیادہ ماہر ہوں جیسا کہ صحیح مسلم میں ہے اور جیسا کہ عرض کیا جا چکا ہے مفتوحہ رقبہ دس لاکھ مربع میل ہو گیا تھا اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک وسیع تعلیمی نظام قائم فرمایا جو اس قدر وسیع علاقے کی ضرورتوں کو پورا کر سکے۔ عہد نبوی کے اختتام پر اسلامی حکومت باوجود اس قدر وسیع رقبے پر مشتمل ہونے کے دینیات اور عصری تعلیمی ضرورتوں سے اچھی طرح عہدہ برآ ہونے لگی تھی۔ کچھ تو مرکز (مدینہ منورہ) سے بڑے بڑے مقامات پر تربیت یافتہ معلم بھیجے جاتے تھے اور کچھ صوبہ داروں اور گورنروں کے فرائض منصبی میں یہ امر صراحت کے ساتھ شامل کر دیا جاتا تھا کہ وہ اپنے ماتحت علاقے کی تعلیمی ضرورتوں کا مناسب انتظام کریں۔ یمن کے گورنر عمر بن حزم کے نام جو طویل تقرر نامہ یا ہدایت نامہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے لکھا تھا اس میں گورنر کو ہدایت ہے کہ لوگوں کے لیے قرآن، حدیث، فقہ اور علوم اسلامیہ کی تعلیم کا بندوبست کریں۔ اس دستاویز میں ایک دلچسپ جملہ یہ ہے کہ لوگوں کو اس بات کی نرمی سے ترغیب دو کہ وہ دینیات کی تعلیم حاصل کریں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خاطر خواہ دنیوی

اور عصری تعلیم کا بھی انتظام تھا۔

گشتی ناظم تعلیمات کا انتظام

صوبہ وار درس گاہوں کا معیار بلند کرنے کے لیے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صوبہ یمن میں ایک صدر ناظم تعلیمات مقرر کیا تھا جس کا کام یہ تھا کہ وہ مختلف اضلاع و علاقہ جات میں ہمیشہ دورہ کرتا رہے اور وہاں کی تعلیم اور تعلیم گاہوں کی نگرانی کرے کوئی تعجب نہیں کہ دیگر صوبہ جات میں بھی اسی طرح افسر مامور کیے گئے ہوں۔

اشاعتِ علم کے لیے بے مثال طرزِ تعلیم

دورِ نبوت میں تعلیم و تعلم کے اس قدر وسعت و فروغ کا بنیادی سبب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے علم کی تحصیل ہر مرد و عورت پر ضروری قرار دی اور اس کے لیے ایسا بے نظیر نظام قائم فرمایا جس کی بدولت بغیر اخراجات کے تعلیم کا ایسا فروغ ہوا کہ آج کروڑوں اربوں روپے خرچ کر کے بھی نہیں ہو پاتا۔ تعجب خیز امر ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم کے لیے کوئی بجٹ منظور نہیں کیا، نہ اسلامی ریاست میں مالی اسکیم پیش فرمائی، بلکہ اس کے لیے نہایت سادہ اور فطری طریقہ اختیار فرمایا۔ وہ یہ کہ تعلیم و تعلم کے مراکز مساجد کو بنایا، جہاں ہر مسلمان روزانہ پانچ مرتبہ حاضری دیتا ہے اور علم کی تحصیل کے لیے ان بالغ افراد کو منتخب کیا جو عقائد، عبادات اور معاملات کے مکلف ہیں اور ان بالغ افراد کے ذریعہ گھروں میں عورتوں اور بچوں میں تعلیم کو جاری فرمایا۔

ہر علم سیکھنے والے کو اس پر عمل اور اس کی اشاعت ضروری قرار دی اور جب تحصیل علم ہر فرد کا بنیادی فرض تھا تو نہ کبھی اہل ثروت سے مالی اپیل کی گئی اور نہ کسی طور ان کا شرمندۂ احسان ہونا پڑا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیمی سیاست کے لیے کسی خاص طبقے کو منتخب نہیں فرمایا بلکہ حصول علم ہر مسلمان پر فرض قرار دیا۔ پھر ان میں جو صاحب استعداد ہوئے وہ علم کے خواص بنتے گئے (جیسے حضرت معاذ بن جبل رضؓ، کعب بن احبار رضؓ، زید بن ثابت رضؓ)۔ مدارس تعلیم کے لیے نہیں بلکہ علم کی تکمیل کے لیے ہوتے تھے اس لیے کہ مدارس خواہ کتنے ہی قائم ہو جائیں امت کے ہر فرد کو تعلیم نہیں دے سکتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس بے مثال نظام کی بدولت ایک طرف ہر فرد بشر بہ آسانی اور بغیر کسی خرچ کے اپنی مسجد میں دین و دنیا کا بنیادی علم حاصل کرتا، دوسری طرف ان ہی میں سے ذی استعداد افراد مختلف علوم و فنون میں کمال مہارت حاصل کر کے دنیا میں تمام علوم و فنون کی سیادت و قیادت کر رہے تھے۔ اس طرح قرآن اور صاحب قرآن نے خاموشی سے دنیا میں ایسا زبردست علمی انقلاب برپا کیا جس کے نتیجے میں مسلمان تقریباً سو سال تک تمام علوم و فنون میں دنیا کی قوموں سے فائق رہے ہیں اور دنیا کی علمی سیادت کی باگ ڈور ان کے ہاتھ میں رہی۔

علم و عمل

- ہر روز ایک ایسا نیک کام کرو جو دوسروں کے چہرے پر تبسم بکھیر دے۔
- اگر دنیا میں سکون چاہتے ہو تو حسد سے دور رہو۔
- حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتی ہے جیسے خشک لکڑی کو آگ۔
- تمہارے ایمان کی نشانی تمہاری سادگی ہے۔
- غریب کی بددعا سے بچو کہ وہ جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ کی طرح ہے۔
- کسی کا دل توڑنا ایسا ہی ہے جیسے کسی کو بے وجہ قتل کر دیا جائے۔
- علم سے انسان کے دل کی وحشت اور دیوانگی دور ہوتی ہے۔

ماں کا خط بیٹی کے نام

ابو المجاہد زاہد

تجھے سسرال میں حاصل ہے ہر راحت بآسانی
سنا کرتی ہوں سب کرتے ہیں تیری ہی ثنا خوانی
مری دوری سے اے نورِ نظر کیوں ہے پریشانی
کوئی ماں اپنی بیٹی کو بھلا سکتی ہے دیوانی
نظر سے دور ہے لیکن ہے دل کے پاس اے بیٹی
حیاتِ غیر دینی ایک بے کنجی کا تالا ہے
تمدن مغربی اے جانِ جاں مکڑی کا جالا ہے
رواجِ بے حجابی خوشنما کانٹوں کا مالا ہے
نئی تہذیب سے ہوشیار یہ تاریک اجالا ہے
نسائیت کا ہر لحظہ رہے احساس اے بیٹی
تری ہر چال سیدھی ہو ترا ہر ڈھنگ پیارا ہو
محبت تیرا مسلک ہو اطاعت تیرا شیوا ہو
ترے اخلاق یوں چمکیں کہ گھر بھر میں اجالا ہو
ترے پیشِ نظر ہر دم حیاتِ پاک زہرا رضؓ ہو
جنابِ عائشہ رضؓ کی تجھ میں ہو بو باس اے بیٹی
طبیعت کو ہمیشہ خوگرِ صبر و رضا رکھنا
دلِ عشرت طلب میں ہر گھڑی خوفِ خدا رکھنا
حقوقِ زندگی کا دھیان ہر صبح و مسا رکھنا
ردائے عصمت و عفت بچھونا اوڑھنا رکھنا
بہو سے ایک دن بننا ہے تجھ کو ساس اے بیٹی

دعا

فخر النساء

ہم ہیں ترے پجاری — در کے ترے بھکاری
سن التجا ہماری — مشکل بڑی ہے بھاری

غم سے ہمیں بچا دے — دکھ درد سب مٹا دے
معبودِ کل جہاں کے — قدرت کو تو دکھا دے

ہم علم سے ہیں عاری — دکھ شرم تو ہماری
ان پر جہل ہے طاری — دنیا کہے نہ ساری

علم و ہنر عطا ہو — صدق و صفا عطا ہو
ہر کام میں فتح ہو — دین و عمل عطا ہو

ہم کو لگا ٹھکانے — دولت کے دے خزانے
ایسا بنا تو ہم کو — مشہور ہوں فسانے

تو غفلتیں مٹا دے — رحمت کو تو جگا دے
بھولے ہوئے ہیں راہیں — رستے ہمیں دکھا دے

سن لے تو یہ صدائیں — ناچیز التجائیں
انساں بنے ہیں ہم تو — انساں کے کام آئیں

قسمت پہ جو لگے ہیں — دھو داغ تو یہ سارے
یہ راز کی دعا ہے — کشتی لگے کنارے

اسلام کی اخلاقی تعلیمات

محترم احمد ابن احمد، کراچی

اسلام ہی ایک ایسا دین فطرت ہے جس کے ذریعے انسانیت اپنی کھوئی ہوئی ترقی و عروج دوبارہ حاصل کر سکتی ہے۔ یہ محض خوش عقیدگی یا خوش فہمی کا اظہار نہیں بلکہ ایک ایسی جیتی جاگتی حقیقت ہے جس پر قرآنی ہدایات، نبوی تعلیمات اور فقہ اسلامی (جس میں فقہ الظاہر اور فقہ الباطن جسے تصوف کہتے ہیں) کے عظیم ذخائر بجا طور پر شاہدِ عدل ہیں۔

دینِ فطرت کی کسوٹی کیا ہے؟ ظاہر ہے کہ انسانی فطرت کے مطابق اور اس کے موافق کہلانے کا مستحق صرف وہ مذہب ہے جس میں مبداء و معاد دونوں کی گتھیوں کو سلجھایا گیا ہو۔ جس میں عقائد اور عبادات کے طریقوں سے لے کر معاشیات و اخلاقیات تک زندگی کی تمام نزاکتوں کا لحاظ کیا گیا ہو ان صفات کا حامل مذہب روئے زمین پر صرف اسلام ہی ہے۔

اسلام میں زندگی کے تمام تر شعبوں کے اصول و کلیات جو لازوال صداقتوں کے امین ہیں جس سے دینی و دنیاوی زندگی کا کوئی گوشہ بھی تشنہ نہیں رہتا۔

مگر آج کے دور میں بوجہ اس کے اخلاقی شعبے کو اجاگر کرنے کی اہمیت پہلے سے کہیں زیادہ بڑھ چکی ہے کیونکہ دیگر اسلامی ہدایات پر عمل پیرا ہونے کے باوجود بھی ایک مسلمان اس کو اسلام کا حصہ ہی سمجھتا ہے مگر بہت سے مسلمان اسلام کی اخلاقی تعلیمات سے بے خبر ہونے کی بنا پر کافروں کو اخلاقی اقدار کا معمار سمجھتے ہیں حالانکہ یہ ان ہی کے گھر کا چوری شدہ سامان ہے جسے نت نئے عنوانات سے دیدہ زیب بنا کر اور بازارِ فکر و خیال میں سجا کر پیش کیا جا رہا ہے۔

"اخلاقیات" بھی اسلام کے دیگر شعبوں کی طرح ایک مستقل شعبہ ہے اور یہ اپنی روشن تعلیمات کی بنا پر بہت اہمیت رکھتا ہے یہ ایک بدیہی حقیقت ہے کہ انسان انسانوں ہی کے ساتھ رہتا ہے اور ان ہی کے ساتھ اٹھتا بیٹھتا اور کھاتا پیتا ہے انسانی فطرت و طرزِ زندگی کا یہ تقاضہ ہے کہ وہ دوسروں کے ساتھ مل جل کر زندگی بسر کرے، باہمی امداد و تعاون کے لیے ان کی مشکلات میں کام آئے اور اپنے اوپر آنے والے مصائب سے ان کے سہارے سرخرو ہو کر نکلے۔

اسلام کی تمام ہی اقدار و تعلیمات کی روشن حیثیت اپنی جگہ نمایاں ہے مگر جہاں کہیں دو انسان مل بیٹھیں گے ان کو سکون و اطمینان بخشنے اور پریشان حالی سے بچانے کے لیے سب سے ناگزیر اخلاقی تعلیمات ہی ہوں گی۔ یہی وجہ ہے کہ جو مقدس معاشرہ ان پاکیزہ تعلیمات پر استوار ہوا تھا اس کو سکون و اطمینان کی شہادت غیروں نے بھی دی اور آج بھی ان کے تابندہ نقوش کتبِ تاریخ کی زینت ہیں اور جو معاشرہ ان ہدایات سے جتنا محروم اور دور ہو گا وہ سکون و اطمینان سے بھی اتنا ہی ناآشنا ہو گا۔ آج کا مغربی معاشرہ جس اخلاقی دلدل میں پھنس کر تمام

خوبیوں اور اچھائیوں سے رفتہ رفتہ محروم ہو رہا ہے، غیر تو کجا اب تو خود اس تہذیب و تمدن کے بانی اس پر نوحہ کناں ہیں ان ہی تعلیمات سے لاتعلقی کی وجہ سے ان کے ایوانوں سے لیے حیا سوز دستور سند قانون حاصل کر رہے ہیں جنھیں سن کر انسانیت کا سر شرم سے جھک جاتا ہے اور جبین آدم حیا سے عرق ریز ہو جاتی ہے۔

"اخلاق" کہنے کو تو ایک پانچ حرفی لفظ ہے، نوک قلم کے لیے نہ تو اس کا تحریر کرنا کچھ مشکل ہے اور نہ اس کی ادائیگی زبان پر کوئی بار گراں ہے۔ علمی زندگی میں اس کی تعریف بیان کرنا، اس کے مفہوم و معنی سے ناآشنا کرنا بھی کوئی بڑا کام نہیں مگر عملی زندگی کے تمام نشیب و فراز اس کی گرد راہ ہیں۔ انسان کے پر مسرت لمحات ہوں یا پر مصائب گھڑیاں، سب ہی اس کی تگ و تاز میں ہیں۔

آپ جلوت میں ہوں یا خلوت میں اجتماعی مسائل کے بارے میں غور و فکر کر رہے ہوں یا انفرادی سوچ و بچار میں مصروف ہوں، چاہے اپنے سے بڑے مخاطب ہوں یا چھوٹے کو کوئی حکم دے رہے ہوں ہر وقت اور ہر جگہ اخلاق کا آپ سے کچھ نہ کچھ مطالبہ ضرور ہو گا۔ اور یہی وہ مطالبہ ہو گا جس کے پورا کرنے سے آپ اپنے ضمیر کو مطمئن کر سکیں گے اور بارگاہ خداوندی میں سرخرو ہو سکیں گے اور وقتی مفاد کو سامنے رکھ کر اگر آپ نے اس مطالبہ کو مسترد کر دیا تو آپ انسانوں کی صفوں سے نکل کر زمرۂ حیوانات میں شامل ہو جائیں گے۔

انسانی زندگی کے اس ہمہ گیر پہلو کے بارے میں اسلامی تعلیمات اتنی وسیع ہیں کہ ان پر مستقل مقالات و کتب تیار کی جا سکتی ہیں مگر یہاں صرف اخلاق کے ایک اصول کا ذکر کیا جاتا ہے جس سے اسلامی تعلیمات کی جامعیت کا بخوبی اندازہ ہو سکے گا چنانچہ صحیح حدیث میں ہے!

المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ (الحدیث)

مسلمان تو صرف وہی ہے جس کی زبان اور ہاتھ کی (تکلیف) سے دوسرے مسلمان محفوظ ہوں۔

اگر اسلام کی عطا کردہ دوسری زریں ہدایات سے تھوڑی دیر کے لیے قطع نظر بھی کر لیں تو صرف ایک یہی اصول کسی بھی انسان کی کامیاب زندگی کی ضمانت بن سکتا ہے اگر ہر مسلمان صبح اٹھتے وقت یہ طے کر لے کہ آج کا دن میں اس طرح گزاروں گا کہ کسی شخص کو میری حرکت سے ادنیٰ سی بھی تکلیف و ناگواری نہ ہو گی تو ہمارا معاشرہ آج بھی جنت نظیر بن سکتا ہے اور حدیث شریف میں زبان اور ہاتھ کا تذکرہ اس مناسبت سے فرمایا گیا ہے کہ اکثر دوسرے کو تکلیف ان ہی اعضاء سے

(باقی صٓ پر)

بقیہ: چند نصیحتیں

یہ اس گمان میں نہیں آتا جو گناہ ہے اپنی احتیاط کر لے غیبت نہ کرے اور گمان کو یقین کا درجہ بھی نہ دے۔

اگر غیر اختیاری طور پر کسی کے بارے میں کوئی گمان ہو جائے تو اس پر مواخذہ نہیں، مگر اپنے خیال پر یقین بھی نہ کرے اور اس کے مقتضیٰ پر عمل بھی نہ کرے۔

آیت کریمہ میں فرمایا ہے کہ بہت سے گمانوں سے بچو اور ساتھ ہی یہ فرمایا کہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ بعض گمان گناہ نہیں ہوتے بلکہ محمود اور مستحب بھی ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اچھا گمان رکھے کہ وہ معاف فرما دے گا بخش دے گا اسی طرح مسلمانوں کے ساتھ خاص کر صالحین کے ساتھ اچھا گمان رکھا جائے۔ البتہ مسلمانوں کو بھی چاہیئے کہ ایسے احوال اور ایسے مواقع سے بچیں جن کی وجہ سے دیکھنے والوں کو اور ساتھ رہنے والوں کو بدگمانی ہو سکتی ہو اپنے اعمال و احوال اور چال ڈھال اور اقوال میں ایسا انداز اختیار نہ کرے جس سے لوگ بدگمانی کا شکار ہو جائیں کیونکہ لوگوں کی نظروں میں برا بن کے رہنا یہ بھی کوئی اچھی بات نہیں ہے۔

مسلمان ماؤں کی ذمہ داریاں

ام جمیلہ الہ آباد

کل یوم آخرت ہر ذمہ دار سے اس کے ماتحتوں کے متعلق سوال ہو گا بادشاہوں سے رعایا کا، حاکموں سے ماتحتوں کا، آقا سے غلام کا، شوہر سے بیوی کا، بیوی سے شوہر کا، استاد سے شاگرد کا، والدین سے اولاد کا۔ جو لوگ اپنی ذمہ داریوں اور حقوق کی ادائیگی سے سبکدوش ہوں گے وہ اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی سے سرخرد ہوں گے اور جن لوگوں نے اپنی ذمہ داریوں سے غفلت برتی ان سے پرسش ہو گی ــــ اس وقت پچھتانا بے سود اور پشیمانی لاحاصل ہے

کرنا ہے جو، وہ آج کر
کل کی بھلا کس کو خبر

ایسے نازک دور اور آزادی کے زمانہ میں مسلمان مائیں بغیر سوچے سمجھے اپنی لخت جگر کو اسکولوں اور کالجوں کے سپرد کر کے اپنی تمام فرائض اور ذمہ داریوں سے آنکھیں بند کر کے مطمئن ہو جاتی ہیں اگر اہتمام و خیال رہا تو بس اس کا کہ کوئی نقل و حرکت مغربی تہذیب و تمدن کے خلاف نہ ہونے پائے جس سے سوسائٹی میں شرمندگی ہو۔

یہ نہیں سوچتیں کہ میں مسلمان ہوں اپنے خالق کے بھیجے ہوئے حکم کی پابند ہوں، اوروں کی طرح بے لگام نہیں ہوں کہ جو چاہوں کروں، جس طرح چاہوں رہوں اس کی فکر نہیں ہوتی کہ میرے خالق نے زندگی بسر کرنے کے لیے ضابطہ، قانون بنا کر کتاب کی صورت میں ہم کو بخشا ہے اسی کی روشنی میں چل کر اپنی زندگیاں سنواریں، جس میں کسی طرح کا نقصان نہیں، خدا کے حکم کے خلاف کروں گی تو کل قیامت کے دن خدا کی مجرم بنوں گی۔ اللہ تعالیٰ نے ہر مسلمان مرد و عورت پر علم دین کا حاصل کرنا فرض کر دیا ہے تاکہ کوئی مسلمان اللہ اور اس کے احکام سے ناواقف نہ رہے مگر ضرورتاً کوئی اور علم اور ہنر سیکھنے کو منع بھی نہیں فرمایا۔ مگر اس کا یہ مقصد نہیں کہ فرض کو ترک کر کے خدا کے احکام پر پس پشت ڈال کر دنیا کا علم و ہنر حاصل کر لیں۔

ماں باپ کے فرائض

لڑکوں اور لڑکیوں کو اسکول اور کالجوں میں داخل کرنے سے ماں باپ کی ذمہ داریاں زیادہ بڑھ جاتی ہیں۔ آج کل کی تعلیم کانٹوں سے بھول، شعلوں سے روشنی لینے کے مثل ہے کالجوں میں داخل کرنے سے پہلے آپ پر فرض ہے کہ بچوں کے عقائد درست کرائیے، اچھے اعمال سے ان کو سنواریے، خدا رسول کے احکام ذہن نشین کرائیے، اسلامی حقوق سے آگاہ کیجئے، اسلامی معاشرت سے واقف کیجئے، اسلامی تاریخ سے باخبر کیجئے، اسلامی اخلاق و تہذیب بتائیے تاکہ برائی بھلائی میں فرق کر سکیں، خوب اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے کہ اسلامی تہذیب و تمدن برقرار رکھتے ہوئے دنیا کا

علم و ہنر سکھانا ہے کیونکہ کل خدا کے سامنے زندگی بھر کے اعمال کا جواب دینا ہے۔

لڑکیوں کی صلاحیت

اپنی اولاد کے عادات اطوار اور طبیعت سے ماں باپ خوب واقف ہوتے ہیں، اگر لڑکیوں میں اطاعت، فرمانبرداری، ایمانداری، سچائی، نیکی کے جوہر پائے جاتے ہوں تو ان صلاحیتوں کے پیش نظر داخلے کی فکر کرنی چاہئے۔

کالج کی تلاش

پھر کالج کی فکر کرنا چاہئے، خصوصی کوئی ایسا اسکول کالج ہو جہاں مسلمان استانیاں اور طالبہ زیادہ تعداد میں ہوں، استانیاں شریف، با اخلاق ہوں، اسلامی تہذیب معاشرت اور مسلمان لڑکیوں کی عزت قدر کر سکیں اور لڑکیوں کی اخلاقی اصلاح اور پردے کا خاص اہتمام ہو، فیشن پرستی، آزادی اور عریاں لباس کی ممانعت ہو۔

آپ کی ذمہ داریاں

آپ بھی ان کی تعلیم میں پوری دلچسپی لیجئے۔ لڑکیوں کے اسکول کا کام، مضمون نویسی، صفائی اور نمبر وغیرہ برابر دیکھتی رہئیے۔ اگر اچھا کام کیا ہو اچھے نمبر ملے ہوں تو ہمت افزائی کیجئے۔ اگر ٹھیک کام نہ کیا ہو تو خفگی کا اظہار کیجئے، سمجھائیے۔ لڑکیوں کے کمرے کا، کتاب، کاپیوں اور الماریوں کا وقتاً فوقتاً آپ خود جائزہ لے لیا کیجئے۔ تاکہ آپ کو معلوم رہے کہ کن کن چیزوں کی ضرورت ہے اور کیا چیز بلا ضرورت ہے غیر ضروری چیزوں پر باز پرس کیجئے۔ کتاب کاپیاں گندی خراب تو نہیں ہیں ایسی صورت میں لڑکیوں کی تمام چیزوں پر نظر رہے گی اور کسی کام سے آپ لاعلم نہ رہیں گی۔ یہ آپ کی بہت بڑی ذمہ داری ہے اس سے ہرگز غفلت نہ برتنا چاہئے۔ ان معمولی غفلتوں سے اکثر فتنے پیدا ہو جاتے ہیں بعد میں جن کا رکنا مشکل ہو جاتا ہے۔

سہیلیاں

یہ ایک اہم مسئلہ ہے اس عمر میں آپ کو خاص توجہ کی ضرورت ہے لڑکیوں سے دریافت کرتی رہئیے کہ تمہاری کتنی سہیلیاں ہیں کس قسم کی ہیں، اخلاق اور نیکی میں کون سب سے بہتر ہے۔ کس قسم کی باتیں ہوتی ہیں۔ جس لڑکی میں اچھی عادتیں اور باتیں معلوم ہوں ان کی تعریف کیجئے، جن لڑکیوں کی عادتیں خراب سنیے تو ان بری عادتوں کی برائی کیجئے، جو سہیلیاں گھر پر ملنے آئیں خود ان کی خاطر کیجئے۔ اپنے پاس بٹھائیے ان کی باتوں میں دلچسپی لیجئے، علمی مذہبی، اخلاقی حالات حاضرہ پر تبادلۂ خیال کیجئے، اخلاقی لطیفے اور حکایتیں سنائیے اس طریقہ سے معلوم ہو جائے گا کہ یہ لڑکیاں کس خیال اور کس طبیعت کی ہیں اگر اچھے خیال نیک مزاج کی لڑکیاں ہوں تو ان سے اپنی لڑکیوں سے ملنے اور تعلقات رکھنے دیجئے۔ جو لڑکیاں آزاد خیال، خراب طبیعت کی ہوں اپنی لڑکیوں کو ان سے ہرگز نہ ملنے دیجئے، ان کی خراب عادتوں کی برائیاں بتائیے، سمجھائیے تاکہ ان عادتوں سے آپ کی لڑکیوں کو نفرت ہو جائے۔ لڑکیوں کو تنہا ہرگز نہ ملنے دیجئے کیونکہ جب چند لڑکیاں ایک جگہ جمع ہوتی ہیں تو دوسری لڑکیوں کی خوب غیبتیں کرتی ہیں کہ اس کی چال ایسی ہے اس کا لباس ایسا ہے، فلاں کی آنکھ ایسی ہے فلاں کی ناک موٹی ہے، اس کے ہونٹ موٹے ہیں وہ بالکل بادنی ہے وہ اتنی موٹی ہے جیسے فٹ بال۔ اگر کسی کی تعریف بھی ہوئی تو اس طرح کہ وہ کتنی حسین ہے، اس کی ادا کتنی پیاری ہے وہ کتنی بھولی ہے، کسی کے لباس کا مذاق کسی کے سینڈل، زیور کا تذکرہ، کسی کے بناؤ سنگار کی نقل، کبھی سنیما کی کہانی بیان ہو رہی ہے تو کوئی ناولوں کی تعریف میں مگن ہے کوئی مغربی معاشرت سے سہیلیوں کو مرعوب کرنے میں مشغول ہے کہیں لڑکیوں کی تصویریں دکھائی جاتی ہیں کہیں سیر تفریح کے وعدے ہو رہے ہیں، بے پڑھی لڑکیوں کا مذاق اڑایا جا رہا ہے، کالج کی لڑکیوں کو ہنسی بھی اس قدر آتی ہے کہ خدا کی پناہ نہ بڑوں کا ادب نہ چھوٹوں کا لحاظ، ہنسی کا وہ طوفان آتا ہے اور قہقہے بلند ہوتے ہیں کہ رو کے نہیں رکتے۔ سر راہ جدھر دیکھو ٹھی ٹھی، کھی کھی کرتی چلی جا رہی ہیں۔ ان سب باتوں کی آپ کو پوری نگرانی کرنا چاہئے ان ناشائستہ حرکتوں سے روکنا چاہئے اور سمجھانا چاہئے۔ افسوس ہے کہ ان پڑھی لکھی لڑکیوں پر کہ جو الزام بے پڑھی لڑکیوں پر عائد کرتی ہیں وہ خود ان جہالتوں میں مبتلا ہیں، بے پڑھی اور تعلیم یافتہ لڑکیوں میں کیا فرق ہوا؟ بس فرق اتنا ہے کہ بے پڑھی لڑکیوں کے سوچنے سمجھنے کا طریقہ محدود ہے اور کالج کی لڑکیوں کے طرز عمل کی معلومات لا محدود، اگر جاہلانہ عادتیں ترک نہ کی جائیں تو وہ لڑکیاں جاہل سے بدتر ہیں کیونکہ ان کے ساتھ نہ محنت کی جائے نہ دولت صرف کی جائے۔ آپ کا فرض ہے کہ ان سب معاملات کی پوری نگہداشت اور اصلاح کیجئے اگر ان عادتوں سے چشم پوشی کی گئی تو لڑکیوں کی تباہی لازمی ہے۔ خدا محفوظ رکھے (آمین)

حکیم محمد اختر صاحب

دیارِ مدینہ

نظر ڈھونڈتی ہے دیارِ مدینہ
ہیں دل اور جاں بے قرارِ مدینہ
وہ دیکھو احد پر شجاعت کا منظر
شہیدوں کے خونِ شہادت کا منظر
وہ ہے سامنے سبز گنبد کا منظر
اسی میں تو آرام فرما ہیں سرور
ابو بکرؓ و فاروقؓ و عثمانؓ و حیدرؓ
یہیں تھے یہ پروانۂ شمعِ انور
یہیں سے تو اسلام پھیلا جہاں میں
مدینہ کا شہرہ ہے ہفت آسماں میں
نشانِ نبیؐ ہے یہ مسجد قبا کی
ہے قندیل طیبہ نبی کی ضیا کی
مدینہ کے دیوار و در دیکھتے ہیں
عجب حال قلب و جگر دیکھتے ہیں
یہ مسکن ہے شاہِ مدینہ کا اختر
فلک بوسہ زن ہے یہاں کی زمیں پر

ڈاکٹر حیدر علی خاں

فضول خرچی ایک بیماری

انسان میں فضول خرچی کی عادت یا اس کی کم عقلی کی وجہ سے ہوتی ہے یا غیر ذمہ دارانہ رویہ کی وجہ سے اسی لیے اسے بد اخلاقی سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے اسلام میں صاف صاف اس کی مذمت کی گئی ہے۔ دراصل اسلام میں انسان کے ہر عمل کے لیے اسے ذمہ دار قرار دیا گیا ہے۔ لہٰذا اس کی آمدنی حتیٰ کہ اخراجات کا بھی اس سے حساب لیا جائے گا۔ اس کا منشاء یہ ہے کہ انسان کسب معاش اور اخراجات کے وقت یوم الحساب کو یاد رکھے اور ہر عمل سوچ سمجھ کر کرے ورنہ اسے بعد میں پچھتانا پڑے گا۔ برنارڈ شا کا خیال تھا کہ آمدنی تو بیوقوف بھی حاصل کر سکتا ہے لیکن خرچ کرنے کے لیے عقل درکار ہوتی ہے دراصل بے عقلی سے خرچ کیا جائے تو قارون کا خزانہ بھی کم پڑ جائے گا اس لیے اخراجات میں بیحد احتیاط کی ضرورت ہے۔ نہایت ضروری مدوں پر ہی خرچ کرنے کی پالیسی ہمیشہ بہتر رہتی ہے۔ جہاں کہیں اس میں ڈھیل دی گئی وہاں تباہی اور بربادی ہی کو دعوت دی گئی۔ اس لیے من مانی دولت خرچ کرنے سے اسلام منع کرتا ہے۔ جو شخص دوسروں پر رعب جمانے کر و فر ظاہر کرنے اور اپنی دولت مندی کا ڈھنڈورا پیٹنے کے لیے دولت خرچ کرتا ہے۔ شادی بیاہ وغیرہ کے مواقع پر بیجا رسومات پر فضول خرچیوں کو اپنی شان سمجھتا ہے۔ ناجائز امور اور غلط راہوں پر دولت لٹاتا ہے اس کے افعال اسلام کے نزدیک مستحسن نہیں ہیں بلکہ اس کے اوپر وبال جان ہی ہیں قرآن حکیم فرماتا ہے

"فضول خرچی کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں۔" (بنی اسرائیل: ۲۷)

شادی و دیگر رسومات کے مواقع پر جو لوگ ایک دوسرے کے مقابلے میں بڑھ چڑھ کر دعوتیں کرتے ہیں تاکہ دولت مندی کی شہرت ہو اور لوگ یہ جان جائیں کہ فلاں نے اتنی شاندار دعوت کی، اتنی دھوم دھڑلے سے شادی کی، اتنا خرچ کر ڈالا وغیرہ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے لوگوں کی دعوت کو قبول کرنے سے منع فرمایا ہے، حدیث شریف میں ہے کہ "مقابلہ بازوں کی دعوت قبول نہ کی جائے۔" حضرت امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ مقابلہ بازوں سے مراد وہ لوگ ہیں جو فخر اور ریاکاری کے طور پر دعوتیں کرتے ہیں ایک دوسرے کا مقابلہ کریں۔ (مشکوٰۃ شریف جلد ۲ ص ۲/۹۷، ۱۲۰) ایک دوسری حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی دعوت کو سب سے بری دعوت قرار دیا ہے جس میں صرف مالداروں کو بلایا جائے اور غریبوں کو چھوڑ دیا جائے (بخاری شریف جلد ۲، ص ۷۷۸، ۱۲)

اللہ دراصل باطن پر خاص نظر رکھتا ہے۔ ریاکاری کی نیت سے کیے گئے اخراجات اللہ کو پسند نہیں ہیں۔ حدیث نبوی ہے "جو کوئی دنیا میں اپنے عمل کی تشہیر کرے گا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کے عیوب کی تشہیر کرے گا اور جو کوئی دنیا میں اپنے اعمال کو دکھاتا پھرے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے عیوب اور برے اعمال لوگوں کو دکھائے گا۔" (بخاری شریف جلد ۲ ص ۹۶۲، ۱۲) ایک دوسری حدیث میں ریاکاری کو شرک خفی قرار دیا گیا ہے (ابن ماجہ جلد ۲ ص ۳۲۰، ۱۲) اللہ تعالیٰ سورۃ اعراف میں ارشاد فرماتا ہے:

"بیجا خرچ نہ کرو، اللہ تعالیٰ بیجا خرچ کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔" (پ: ۸، رکوع ۳)

اسلام نے اسراف سے بچنے کو کہا ہے اور اسراف حد اعتدال سے تجاوز کرنے کا نام ہے۔ اس کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ آدمی حلال چیزوں پر قناعت نہ کرکے حرام چیزوں کو بھی استعمال کرنے لگے۔ دوسرے یہ کہ خرچ کرنے کی اللہ تعالیٰ نے جو حد مقرر کی ہے اس سے آگے بڑھ جائے۔ (احکام القرآن جلد ۲، ص ۴۱)

نام و نمود کے لیے مال و دولت لٹانا، ناموری اور شہرت کے لیے مال و دولت خرچ کرنا اسراف ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "فضول خرچی نہ کرو، بے شک فضول خرچی کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے رب کا بڑا ناشکرا ہے۔" (پ ۱۵، آیت ۲۶، ۲۷)

ان آیات کی تشریح کرتے ہوئے علامہ شبیر احمد عثمانی نے لکھا ہے کہ مال خدا کی بڑی نعمت ہے جس سے عبادت میں دلجمعی پیدا ہوتی ہے بہت سی اسلامی خدمات اور نیکیاں کمانے کا موقع ملتا ہے۔ اس کو بیجا اڑانا ناشکری ہے جو شیطان کی تحریک اور اغواء سے وقوع میں آتی ہے اور آدمی ناشکری کرکے شیطان کے مشابہ ہو جاتا ہے۔ جس طرح شیطان نے خدا کی بخشی ہوئی قوتوں کو عصیان اور اضلال میں خرچ کیا، اس نے بھی حق تعالیٰ کی دی ہوئی نعمت کو نافرمانی میں اڑا دیا۔ (ترجمہ شیخ الہند حاشیہ آیت زیر بحث)

علامہ عثمانی نے یہ بھی بتایا کہ معاصی اور لغویات میں خرچ کرنا یا مباحات میں بے سوچے سمجھے اتنا خرچ کر دینا کہ آگے چل کر اس کا اثر دوسروں کے حقوق پر پڑے اور ان کی حق تلفی ہو بالآخر ارتکاب حرام کا سبب بن جائے گا۔ اسی چیز کا نام فضول خرچی ہے۔

مال و دولت پر گھمنڈ کرنا اور اترانا اللہ کو سخت ناپسند ہے۔ پہلے قوموں میں سے جس نے بھی یہ رویہ اختیار کیا اللہ نے اسے اس کے غرور کی سزا دی اور اسے تباہ و برباد کرکے اس کے گھمنڈ کو مٹی میں ملا دیا۔ سورہ قصص میں ہے "کتنی ہی بستیوں کو ہم نے ہلاک کر دیا جو اپنی معیشت پر اترا گئیں۔ اب دیکھ لو ان کے گھروں کو کم ہی کوئی ان کے بعد ان گھروں میں بسا اور ہم ہی ان کے وارث ہوئے۔" (آیت ۵۸)

مندرجہ بالا آیات اور احکامات کی روشنی میں صاف ظاہر ہے کہ فضول خرچی نہ صرف احمقانہ فعل اور بد اخلاقی ہے بلکہ ریاکاری کے شامل ہو جانے پر باعث سخت گناہ بھی ہے۔ اسی لیے اسلام فضول خرچی کا سخت مخالف ہے لہٰذا فضول خرچی سے دانستہ طور سے بچنا چاہیے اور کفایت شعاری کی راہ اختیار کرنی چاہیے کہ یہ دین و دنیا دونوں میں سرخروئی کی باعث ہے۔

قرآن کریم کی مقدس آیات
اور احادیث نبوی
دینی معلومات میں اضافے اور تبلیغ
کے لیے شائع کی جاتی ہیں
ان کا احترام آپ پر فرض ہے
لہٰذا جن صفحات پر یہ آیات درج ہوں
ان کو صحیح اسلامی طریقے کے مطابق
بے حرمتی سے
محفوظ رکھیں

اساتذہ کے لیے رہنما اصول

ڈاکٹر حافظ قاری فیوض الرحمن

ذیل میں چند ایسے اصول بیان کیے گئے ہیں جن کی پابندی اساتذہ و معلمین کے لیے بڑی ہی مفید ثابت ہوگی۔

شاگردوں پر شفقت و نرمی

اساتذہ کو چاہیے کہ شاگردوں پر شفقت کریں اور انھیں اپنی اولاد کی طرح سمجھیں۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

انما انا لکم مثل الوالد لولدہ

(ابوداؤد)

میں تمھارے لیے ایسا ہوں جیسے والد اپنی اولاد کے لیے ہوتا ہے۔

ابوہارون عبدی اور شہر کا کہنا ہے کہ جب ہم طالب علم حضرت ابوسعید خدریؓ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو فرماتے "خوش آمدید! خوش آمدید"

سنو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"عنقریب زمین تمھارے لیے مسخر کردی جائے گی اور تمھارے پاس کم عمر آئیں گے جو علم کے بھوکے پیاسے ہوں گے دین کی سمجھ کے خواہش مند ہوں گے اور تم سے سیکھنا چاہیں گے پس جب وہ آئیں تو انھیں تعلیم دینا، مہربانی سے پیش آنا اور ان کی آؤ بھگت کرنا اور حدیث بتانا"۔

اساتذہ کو غصہ اور طیش میں نہیں آنا چاہیے۔ تجربے سے یہ ثابت ہے کہ سخت کلمات کی بہ نسبت نرم کلمات زیادہ موثر ہوتے ہیں۔

امام غزالیؒ کا ارشاد ہے کہ:

"استاذ کو بردبار اور حلیم الطبع ہونا چاہیے۔"

شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا ارشاد ہے کہ:

"جب تک تیرا غصہ باقی ہے اپنے آپ کو اہل علم میں شمار نہ کر"

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ:

"معلم کو مہر و محبت کا مجسمہ ہونا چاہیے۔ درشت خو آدمی کی بات سننے کے لیے کوئی تیار نہیں ہوتا"

قرآن پاک میں ارشاد ہے:

فبما رحمۃ من اللہ لنت لھم ولو کنت فظا غلیظ القلب لانفضوا من حولک (آل عمران: ۱۵۹)

"آپ اللہ کی مہربانی سے ان کے لیے نرم واقع ہوئے ہیں اور اگر آپ سخت درشت خو ہوتے تو لوگ آپ سے ہٹ جاتے"۔

امام ابویوسفؒ فرماتے ہیں کہ:

"اپنے شاگردوں کے ساتھ ایسے خلوص و محبت سے پیش آؤ کہ دوسرا دیکھے تو سمجھے کہ یہ تمھاری اولاد ہیں"۔

طلبہ کو مارنا نہیں چاہیے۔ کیا اساتذہ اپنی طالب علمی کے دوران اپنے لیے اس مار کو پسند کرتے تھے؟ حدیث پاک میں ہے:

لا یومن احدکم حتی یحب لاخیہ ما یحب لنفسہ

"اس وقت تک کوئی کامل مومن نہیں ہو سکتا جب تک اس کے اندر یہ بات نہ ہو کہ اپنے بھائی کے لیے بھی وہی پسند کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے"۔

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ ایک مرتبہ صحن مسجد میں درس دے رہے تھے بارش ہونے لگی طلبہ اپنی اپنی کتابیں لے کر اندر چلے گئے، حضرت نے ان کے جوتے اٹھائے اور حفاظت کی جگہ رکھ دیے۔

امام صفیان بن عیینہؒ ایک مرتبہ کسی بات پر طلبہ سے ناراض ہو گئے اور کہا کہ:

لقد ھممت ان لا احدثکم شھرا

"میں نے ارادہ کر لیا ہے کہ تمھیں ایک ماہ تک درس نہ دوں"

اس پر ایک نوجوان طالب علم نے عرض کیا:

"یا ابا محمد الین جانبک وحسن قولک وتاس بصالحی سلفک واجمل مجالسۃ جلسائک فقد اصبحت بقیۃ الناس وامیناً للہ ورسولہ علی العلم"

"آپ نرمی فرمائیے اور اچھی بات کیجیے اپنے اسلاف کرام کی پیروی کیجیے، اپنے حلقہ نشینوں کے ساتھ اچھا سلوک کیجیے کیونکہ آپ ان بزرگوں کی یادگار، اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کے امین اور ذمہ دار ہیں"۔

شاگرد کی اس بات سے استاذ پر رقت طاری ہو گئی، بہت روئے اور یہ شعر پڑھا۔

"بستیاں خالی ہو گئیں تو میں بغیر سردار بنائے سردار بن گیا اور تنہا میری سرداری میرے لیے بڑی آزمائش ہے"۔

اور پھر تمام طلبہ کو پڑھانا شروع کر دیا۔

اخلاص نیت

اساتذہ کو چاہیے کہ درس و تدریس میں انتہائی خلوص سے کام لیں۔ تدریس سے مقصود دنیا کمانا نہ ہو بلکہ خالص اللہ تعالیٰ کی رضاجوئی اور آخرت کے لیے یہ کام کریں۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

من تعلم علماً مما یبتغی بہ وجہ اللہ لا یتعلمہ الا لیطلب عرضاً من الدنیا لم یجد عرف الجنۃ یعنی ریحھا۔ (ابوداؤد)

"جس نے ایسا علم سیکھا جس سے اللہ کی رضامندی حاصل کی جا سکتی ہے لیکن اس کا مقصد دنیا ہے تو ایسے شخص کو جنت کی ہوا تک نہیں پہنچے گی"۔

حضرت عمرؓ کا ارشاد ہے کہ:

"جس عالم کو دنیا سے محبت رکھنے والا دیکھو اس کو دین کے بارے میں اچھا نہ سمجھو اس لیے کہ جس کو جس سے محبت ہوتی ہے اسی میں گھسا کرتا ہے"۔

اساتذہ کو بہر حال دنیوی حرص و لالچ سے بہت بلند ہونا چاہیے ورنہ وہ عزت کے اس مقام تک پہنچ نہیں سکیں گے جو اس مقدس پیشہ سے وابستہ ہے بلکہ حرص و لالچ سے ملنے والا رزق ان کی عزت کو داؤ پر لگا دے گا۔

علامہ اقبال نے ویسے ہی نہیں کہا

اے طائر لاہوتی اس رزق سے موت اچھی
جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی

یحییٰ بن معاذ کہتے ہیں کہ:

"علم و حکمت سے جب دنیا طلب کی جائے تو ان کی رونق چلی جاتی ہے"۔

ایک عرب شاعر کا کہنا ہے:

بئس المطاعم حین الذل تکسبھا
القدر منتصب والقدر مخفوض

"وہ کھانے کس قدر برے ہیں جن کو ذلت کے ساتھ تو حاصل کرتا ہے کہ ہانڈی تو چولھے پر چڑھی ہے اور عزت خاک میں مل رہی ہے"۔

مشہور حافظ حدیث استاد حماد بن سلمہؒ کے ایک شاگرد نے اپنے تجارتی سفر سے واپسی پر اپنے استاذ کی خدمت میں چند تحائف پیش کیے تو انھوں نے فرمایا کہ:

"ان دو باتوں میں سے ایک کو قبول کر لو، چاہو تو تمھارے تحفے قبول کر لوں لیکن پھر تم کو حدیث نہ پڑھاؤں گا اور اگر چاہتے ہو کہ تمھیں حدیث پڑھاؤں تو پھر ہدیہ قبول نہ کروں گا"۔

ابو عبدالرحمان سلمیؒ کی خدمت میں عمر بن حریث نے کچھ اونٹ بطور ہدیہ پیش

کیے آپ نے یہ کہہ کر واپس کر دیے کہ:

"ہم نے تمھارے لڑکے کو قرآن پڑھایا ہے اور کتاب اللہ پر ہم اجرت نہیں لیتے۔"

علامہ عیسٰی بن یونس محدث کی خدمت میں ہارون الرشید کے مشہور وزیر جعفر برمکی نے ایک لاکھ درہم پیش کیے تو انھوں نے فرمایا:

"میں نہیں چاہتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں کی قیمت کھاؤں۔"

ان ہی کی خدمت میں ایک مرتبہ مامون رشید نے حدیث سننے کے بعد کافی رقم پیش کی تو فرمایا:

"لاشربۃ ماء"

"پانی کا ایک گھونٹ بھی نہیں۔"

علامہ ابراہیم الحربی کی خدمت میں متعدد بار خلیفۂ وقت معتضد باللہ نے بڑی بڑی رقمیں بھیجیں لیکن انھوں نے ہر بار معذرت کر دی۔ ایک بار قاصد سے کہا کہ:

"خلیفہ سے کہہ دیں کہ ہمیں پریشان نہ کریں ورنہ ہم یہاں سے کوچ کر جائیں گے۔"

ایک مرتبہ مشہور استاذ مولانا مرتضٰی حسن نے مولانا اشرف علی تھانویؒ سے عرض کیا حضرت! تنخواہ لینے میں میری طبیعت کو الجھن ہوتی ہے کیونکہ یہ تو صاف دین فروشی ہے۔"

مولانا تھانویؒ نے فرمایا:

"ہرگز یہ دین فروشی نہیں۔ آج کل تنخواہ لینی چاہیے کیونکہ اس سے کام اچھی طرح ہوگا اور اس کا بار طبیعت پر رہے گا اور بدوں تنخواہ لیے کام کا بار نہیں ہوتا۔"

اس پر مولانا مرتضٰی حسن نے عرض کیا:

"تنخواہ لینے میں یہ تو مصلحت معلوم ہوئی مگر اس ضرر کا کیا علاج ہے کہ اس میں دین فروشی ہے؟

مولانا تھانوی نے فرمایا کہ:

"اگر کسی شخص کو ایک جگہ اتنی تنخواہ ملتی ہے کہ اس کے گزارے کے لیے کافی ہے پھر دوسری جگہ اس سے زیادہ تنخواہ مل رہی ہے جس میں پہلی جگہ سے زیادہ دینی خدمت کی صورت نہیں ہے تو اگر وہ پہلی جگہ چھوڑ کر دوسری جگہ چلا جائے تو بے شک دین فروشی ہوگی۔"

راقم الحروف کے استاذ پروفیسر ڈاکٹر محمد ضیاء الحق صوفی بن پروفیسر مولانا اصغر علی روحی (گورنمنٹ کالج لاہور) نے ایک مرتبہ دعا کرنے کے لیے ارشاد فرمایا تو عرض کیا گیا:

"چھوٹوں کی دعائیں تو بڑوں کو پہنچ ہی جاتی ہیں۔

آپ بڑے ہیں اور پھر استاذ ہیں آپ اپنی دعاؤں میں ہمیں یاد فرماتے رہا کریں۔"

اس پر انھوں نے فرمایا:

"ہمیں استاذ نہ کہا کریں کہ اس سے کوفت ہوتی ہے۔"

اس پر مؤدبانہ عرض کیا گیا کہ:

"جب آپ ہمارے استاذ ہیں تو پھر کیا کہا کریں؟

فرمانے لگے "بھئی ہم پڑھانے کی تنخواہ لیتے ہیں استاذ تو وہ ہوتے تھے جو اللہ کے لیے بغیر کچھ لیے پڑھایا کرتے تھے۔" اس پر عرض کیا گیا کہ "آپ ہم سے تو کچھ نہیں لیتے حکومت سے لیتے ہیں۔" فرمایا "میں تو اسے بھی اچھا نہیں سمجھتا۔"

حالانکہ گھر پہ طلبا کو مفت پڑھایا کرتے تھے اور بڑی ہی محنت، محبت اور خلوص کے ساتھ پڑھاتے تھے۔ کئی طلبہ نے ان سے گھر پہ تعلیم حاصل کر کے جامعہ پنجاب سے ڈاکٹریٹ کی ڈگریاں حاصل کیں۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃً واسعۃً۔

شاگردوں کی خیر خواہی

اساتذہ کو چاہیے کہ طلبہ کی خیر خواہی میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کریں۔

(الف) امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو جب اپنے ایک شاگرد ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں معلوم ہوا کہ وہ بہت ہی غریب ہیں اور ان کی والدہ چاہتی ہیں کہ محنت مزدوری کر کے کچھ لائیں تا کہ کھانے پینے کا انتظام ہو تو امام ابوحنیفہؒ

نے اپنی طرف سے ان کے لیے وظیفہ اتنا مقرر کر دیا تھا کہ ماں بیٹے کے جملہ اخراجات کے لیے کافی ہوتا تھا۔ بعد میں یہی ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ چیف جسٹس کے منصب پر فائز ہوئے۔

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ نے بارہا اپنے شاگردوں کی مالی مدد کی۔ امام محمدؒ نے بھی اسد ابن فرات کی مالی مدد کی۔ اسی طرح امام شافعیؒ کی بھی کئی بار مالی مدد کی تھی۔

تلامذہ کی یہ مالی مدد اس صورت میں ہے کہ جب کہ اساتذہ میں اس کی وسعت و گنجائش ہو۔

(ب) سبق میں ہرگز ناغہ نہ کریں۔ اگر مجبوراً ناغہ ہوا ہو تو اس کی جس حد تک ممکن ہو تلافی کر دیں۔

ربیع بن سلیمان کہا کرتے تھے کہ "ہمارے استاذ امام شافعیؒ نے مجھ سے کہا کہ اگر میں تجھے علم گھول کر پلا سکتا تو ضرور پلاتا۔"

حضرت سفیان ثوریؒ کہا کرتے تھے کہ "بخدا اگر یہ طلبہ میرے پاس نہ آسکیں تو میں خود ان کے پاس جا کر ان کو علم سکھاؤں۔"

(ج) پڑھے ہوئے سبق کے متعلق اگلے روز سوال کر کے ان سے جوابات پوچھیں۔ ہفتہ میں ایک دن علمی سوالات ان سے کیا کریں تا کہ ان کی معلومات میں اضافہ ہوتا رہے۔

(د) ان میں اچھے اخلاق پیدا کرنے کی بھرپور کوشش کرتے رہیں تا کہ تعلیم کے ساتھ اصل مقصد یعنی تربیت کی بھی تکمیل ہو۔

(ہ) اگر معلوم ہو جائے کہ سبق میں کوئی غلطی ہو گئی ہے تو رجوع کریں اور طلبہ کو صاف بتا دیں کہ فلاں بات میں نے غلط کہی تھی اس کا صحیح مطلب یہ ہے۔

اس اعتراف میں اساتذہ کی بڑائی ہے ہرگز توہین نہیں ہوتی۔ بلکہ ان کی دیانت و امانت کا سکہ طلبہ کے دلوں میں بیٹھ جائے گا۔

محمد ابن کعب قرظی کا کہنا ہے کہ ایک شخص نے حضرت علیؓ سے ایک مسئلہ پوچھا انھوں نے بتا دیا۔ ایک دوسرا شخص جو وہاں موجود تھا اس نے کہا۔ امیر المومنین! مسئلہ یوں نہیں یوں ہے حضرت علیؓ نے فرمایا:

"بے شک تم صحیح کہتے ہو مجھ سے غلطی ہو گئی۔"

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا ارشاد ہے: "لوگو! جو بات جانتے ہو وہی کہو جو نہیں جانتے اس پر اللہ اعلم کہا کرو۔ کیونکہ علم کا ایک خاصہ یہ بھی ہے کہ جو بات نہ جانتا ہو اس میں لاعلمی کا اعتراف کرلے۔

حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے ایک شخص نے سوال کیا تو جواب دیا "میں نہیں جانتا" وہ آدمی کہنے لگا عبداللہ نے کیا اچھا طریقہ اختیار کیا کہ جو نہیں جانتے اس سے لاعلمی کا اقرار کر لیا۔

حضرت مجاہدؒ سے وراثت کا ایک مسئلہ پوچھا گیا جواب دیا "میں نہیں جانتا۔" کہا گیا آپ جواب کیوں نہیں دیتے؟ فرمایا "عبداللہ ابن عمر کو جو بات معلوم نہ ہوتی تھی تو صاف صاف لفظوں میں اقرار کر لیتے کہ مجھے معلوم نہیں۔

سعید ابن جبیرؒ سے ایک مسئلہ پوچھا گیا تو کہنے لگے "مجھے معلوم نہیں اور ہلاکت ہے اس کے لیے جو علم نہ رکھنے پر علم کا دعوٰی کرے۔"

امام مالکؒ نے عبداللہ ابن عباسؓ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ عالم جب لاادری (میں نہیں جانتا) کہنا بھول جاتا ہے تو ٹھوکریں کھانے لگتا ہے۔"

حضرت ابوالدرداءؓ فرمایا کرتے تھے "لاعلمی کی صورت میں لاادری۔ کہنا آدھا علم ہے۔"

سلف صالحین کے حالات دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان حضرات کو ذرا بھی اس میں تامل نہ ہوتا تھا کہ اگر ان کو کوئی بات معلوم نہ ہوتی تو فوراً اس کا اعتراف

کر لیتے تھے یا دوسرے سے دریافت کر کے جواب دیتے۔

راقم الحروف کے استاد مولانا حافظ محمد ادریس کا کہنا ہے کہ "آدمی کے علم سے چونکہ اس کی جہالت زیادہ ہوتی ہے اس لیے اعتراف میں کیا حرج ہے۔"

شاگردوں کی تربیت

تعلیم کا اصل مقصد "بتانا" نہیں بلکہ "بنانا" ہے۔ ہر مضمون کے اساتذہ کا فرض ہے کہ اپنے شاگردوں کی محبت و شفقت کے ساتھ اصلاح کرتے رہیں۔ اصلاح کا سب سے موثر ذریعہ ذاتی نمونہ ہے اسے کسی بھی اسٹیج پر فراموش نہیں کرنا چاہیئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم معلم انسانیت ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

انما بعثت معلمًا

"کہ مجھے معلم بنا کر بھیجا گیا ہے۔"

اور مجھے معلم اس لیے بنا کر بھیجا گیا ہے کہ لوگوں کے اخلاق سنوار دوں۔

(بعثت لاتمم حسن الاخلاق)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ بھی ارشاد ہے:

بعثتم میسرین ولم تبعثوا معسرین

تمھیں آسانی کے لیے بھیجا گیا ہے سختی اور تنگی کے لیے نہیں۔

آپ کا یہ بھی ارشاد ہے:

الدین یسر دین آسان ہے

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر

اللہ تم سے آسانی کا ارادہ کرتا ہے تنگی کا نہیں (البقرہ: ۱۸۵)

تو جب اللہ تعالیٰ نے خود آسانی کا ارادہ فرمایا اور دین بھی آسان اور سہل بھیجا اور نبی کو بھی رحمۃ اللعالین بنا کر مبعوث فرمایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر کام میں نرمی اور سہولت کا لحاظ فرمایا اور امت کو بھی اصلاح و تربیت کے سلسلے میں خصوصیت کے ساتھ آسانی کا حکم دیا تو اب اس کے بعد کسی کی مجال کیا ہے کہ وہ آسانی اور سہولت کو اختیار نہ کرے۔ خواجہ شمس الملک (جو خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کے استاذ ہیں) کا کوئی شاگرد اگر ناغہ کرتا تو فرماتے "مجھ سے کیا قصور ہوا کہ آپ نہیں آئے"۔

اگر کسی شاگرد سے کوئی ایسی حرکت سرزد ہو گئی کہ جس کی اصلاح تنہائی میں زیادہ مفید ہو تو تنہائی میں کر دینی چاہیئے سب کے سامنے نہیں کہ اس کو شرم آئے گی۔ اس نصیحت کا تذکرہ البتہ بغیر نام لیے کیا جا سکتا ہے تاکہ دوسرے بھی اس نصیحت سے فائدہ حاصل کر سکیں۔

طلبہ کی تربیت کے سلسلے میں سلف صالحین، نیک بندوں کے واقعات اور ان کی طالب علمی کے حالات میں سے کوئی نہ کوئی واقعہ سنا دینا بھی بے حد مفید ہے۔

اگر طلبہ سے کوئی بات خلاف طبیعت پیش آئے اور ناگواری کا باعث ہو تو معاف کر دیں اور اپنے دل کو آئینے کی طرح پاک و صاف رکھیں۔ کسی طالب علم سے ناخوش ہو کر کینہ نہ رکھیں کہ اس سے دل سیاہ ہوتا ہے ؎

آئین ماست سینہ چوں آئینہ داشتن
کفر است در طریقت ما کینہ داشتن

یہ شعر ہمیشہ پیش نظر رہنا چاہیئے۔

طلبا کے وقت کا لحاظ رکھنا

ہمیشہ وقت مقررہ پر اپنی کلاس میں جانا چاہیئے تاکہ جب اساتذہ اپنے طلبہ کو وقت کی پابندی کی نصیحت کریں تو انھیں اس پر حیرانی نہ ہو۔

پوری محنت کے ساتھ گھر سے اچھی طرح اسباق کی تیاری کر کے آئیں تاکہ وقت مقررہ پر کامیابی کے ساتھ پڑھا سکیں اگر اپنے پاس نوٹس رکھنا مناسب ہو تو ضرور رکھ لیں تاکہ اپنے سبق اور موضوع سے نہ ہٹیں۔ جن اساتذہ کو اپنا مضمون پڑھانا آتا ہو طلبہ ہمیشہ سے ان کا احترام کرتے ہیں۔

طلبہ کا یہ تعلیمی وقت انتہائی قیمتی ہے کسی صورت ضائع نہیں ہونا چاہیئے بلکہ پوری طرح تعلیم و تعلم میں صرف ہونا چاہیئے۔

طلبا کے سامنے کسی کی برائی بیان نہ کرنا

اساتذہ طلبہ کے لیے آئیڈیل اور نمونہ ہوتے ہیں ان کے شایان شان نہیں کہ ان طلبہ کے سامنے کسی کی برائی بیان کریں۔ بعض حضرات اپنے مضمون کی برتری کی خاطر طلبہ سے دوسرے مضامین اور ان کے اساتذہ کی اچھائی بیان نہیں کرتے یہ اچھی بات نہیں ہے۔ غیبت ویسے بھی کبیرہ گناہ ہے اس سے خود بچنا اور دوسروں کو ممکن حد تک بچانا نہایت ضروری ہے۔

بعض حضرات کا کہنا ہے کہ یہ بات تو ہم ان کے منھ پر بھی کہہ سکتے ہیں۔ ایسے حضرات کی خدمت میں صاف عرض کر دیا جائے کہ پھر ان ہی کے سامنے کہہ دیجیے گا۔ جو لوگ خود کسی کی برائی بیان کرنے اور غیبت سے باز نہیں آتے وہ کس منھ سے اپنے طلبہ یا دوسروں کو اس عمل سے باز رہنے کی تلقین کر سکتے ہیں۔

کبھی کسی سے ایسا سلوک نہیں کرنا چاہیئے جو اپنے لیے پسند نہ کرے۔ کبھی بھول کر کسی سے نہ کرو سلوک ایسا اگر تم سے کوئی کرتا تمھیں ناگوار ہوتا

سبق پڑھاتے وقت طلبا کی سمجھ کے مطابق بات کرنا

اساتذہ کو طلبہ کی سمجھ، صلاحیت اور استعداد کو سامنے رکھ کر بات کرنی چاہیئے بعض لوگ اپنی قابلیت ظاہر کرنے کے لیے بہ تکلف مشکل ترین الفاظ کا چناؤ کر کے اپنی تقریر کو انتہائی مشکل بنا دیتے ہیں اور بعد میں جب طلبہ سے پوچھا جاتا ہے کہ سمجھ آئی؟ تو وہ صاف کہہ دیتے ہیں کہ تقریر اوپر سے گزر گئی۔ تدریس سے مقصود بھی تو فہم و تفہیم ہے اور اس سلسلے میں رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد اور نمونہ ہمیشہ اساتذہ کے پیش نظر رہنا چاہیئے۔ ارشاد فرمایا:

"ہمیں یہ حکم ہے کہ لوگوں کے مراتب کا لحاظ رکھیں اور ان کی عقل اور سمجھ کے مطابق ان سے گفتگو کریں۔" جب کوئی کسی قوم کے سامنے ایسی بات کرتا ہے کہ جس کو وہ نہیں سمجھ سکتے تو وہ فتنہ کا سبب بن جاتی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام بالکل صاف اور واضح ہوتا تھا۔ امام مالکؒ کا ارشاد ہے کہ:

"عالم کے لیے مناسب نہیں ہے کہ کسی شخص کے سامنے ایسی بات کرے جس کا سمجھنا اس کے بس میں نہ ہو۔"

حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ کا ارشاد ہے کہ:

"مبتدی طلبہ سے منتہی طلبہ جیسی گفتگو کرنا مناسب نہیں۔"

طلبا سے ذاتی خدمت لینے میں احتیاط

طلبہ کی سعادت تو اسی میں ہے کہ اپنے اساتذہ کی خدمت میں کوتاہی نہ کریں لیکن خود اساتذہ کو اس سلسلے میں بہت احتیاط کرنی چاہیئے۔

★ مولانا قاری عبد الرحمان محدث پانی پتیؒ ایک مرتبہ خط لکھ کر لیٹر بکس میں ڈالنے کے انتظار میں تھے کہ ایک طالب علم نے کہا حضرت مجھے دیدیں میں جا کر ڈال دوں۔ آپ خاموش رہے جب اس نے اصرار کیا تو فرمایا: "بھائی! میں طالب علم سے اپنا ذاتی کام نہیں لینا چاہتا ہوں۔"

★ امام ابن طاہر فن حدیث پڑھنے کے لیے امام جبالؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو دیکھا کہ خود ہی اپنا سب کام کرتے ہیں۔ ایک مرتبہ ابن طاہر نے اصرار بھی کیا۔ مگر آپ نہ مانے اس وقت

ان کی عمر اناسی سال تھی۔

★ ابوالاسود الدؤلی جو نحو کے امام تھے آخر عمر میں فالج کا شکار ہوئے مگر انتہائی احتیاط کا یہ عالم کہ جتنا کام ممکن تھا خود ہی کرتے اور پاؤں گھسیٹتے ہوئے بازار چلے جاتے حالانکہ ان کے ہزاروں شاگرد تھے۔

★ امام بخاری رح بھی اپنا کام خود کرتے تھے جب انھوں نے بخارا کے باہر ایک مہمان سرائے بنوائی تو اس کی تعمیر میں خود بھی مزدوروں کے ساتھ شریک رہے۔ ایک شاگرد نے کہا کہ آپ کو اس کی کیا ضرورت ہے؟ تو فرمایا "یہ میرے لیے مفید ہے (ھذا الذی ینفعنی)

عمل کا اہتمام کرنا

اساتذہ کو چاہیئے کہ شاگردوں کے سامنے عمل کا نمونہ ہوں۔ ایسے علم سے جس پر عمل نہ ہو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پناہ مانگی ہے۔

اللھم انی اعوذ بک من علم لا ینفع

اے اللہ! میں ایسے علم سے پناہ مانگتا ہوں جو نفع نہ دے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

ان من اشر الناس عند اللہ منزلۃ یوم القیمۃ عالم لا ینفع بعلمہ

"سب سے بدترین شخص مرتبہ کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ عالم ہے جس کے علم سے نفع نہ ہو۔"

ایک حدیث میں ہے:

"الا ان شر الشر شرار العلماء وان خیر الخیر خیار العلماء"

"سب سے بدتر برے علماء اور سب سے بہتر اچھے علماء ہیں۔"

حضرت ابوالدرداء رض کا کہنا ہے کہ "اس خوف سے لرزتا ہوں کہ قیامت کے دن حساب دینے کے لیے کھڑا کیا جاؤں اور پوچھا جائے کہ تونے علم تو حاصل کیا تھا مگر اس سے کام کیا لیا؟"

ایک جگہ فرماتے ہیں "جو نہیں جانتا اس کے لیے ایک ہلاکت ہے اور جو جانتا ہے اور اس پر عمل نہیں کرتا اس کے لیے سات ہلاکتیں ہیں۔"

حضرت ابراہیم بن ادھم رح سے سوال کیا گیا قرآن پاک میں اللہ پاک نے ارشاد فرمایا ہے:

ادعونی استجب لکم

"مجھ سے مانگو میں قبول کروں گا۔"

مگر کیا سبب ہے کہ ہم دعا کرتے ہیں اور قبول نہیں ہوتی؟

فرمایا، پانچ سبب سے تمھاری دعا قبول نہیں ہوتی:

۱۔ تم نے اللہ تعالیٰ کو پہچانا مگر اس کا حق ادا نہ کیا۔

۲۔ قرآن پاک پڑھا مگر اس پر عمل نہ کیا۔

۳۔ محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا دعویٰ کیا مگر سنت رسول ﷺ کی پیروی نہ کی۔

۴۔ ابلیس پر لعنت کی مگر اس کی فرمانبرداری بھی کرتے رہے۔

۵۔ اپنے عیبوں سے آنکھیں بند کرکے دوسروں کے عیب ڈھونڈتے رہے۔"

حضرت عبداللہ ابن مسعود رض کا ارشاد ہے کہ، "باتیں بنانا سب جانتے ہیں لیکن اچھا وہی ہے جس کا قول و فعل یکساں ہو۔"

حضرت علی رض کا ارشاد ہے:

"اے اہل علم! اپنے علم پر عمل کرو کیونکہ عالم وہی ہے جو علم حاصل کرکے عمل کرتا ہے اور جس کے علم و عمل میں اختلاف نہیں ہوتا۔ عنقریب ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو علم تو رکھیں گے مگر علم ان کے حلق سے نیچے نہ اترے گا۔ ان کا باطن ان کے ظاہر سے مختلف ہوگا۔ ان کا عمل ان کے علم کے خلاف ہوگا، مجلسیں جما کر بیٹھیں گے آپس میں فخر کریں گے اور لوگوں سے اس لیے ناراض ہوجایا کریں گے کہ ان کی مجلس چھوڑ کر دوسرے کی مجلس میں کیوں جا بیٹھے؟ ایسے لوگوں کے عمل اللہ تک نہیں پہنچیں گے۔"

حضرت حسن بصری رح فرمایا کرتے تھے کہ:

"لوگوں کو ان کے اعمال سے پرکھو نہ کہ اقوال سے۔ اللہ تعالیٰ نے ایسا قول نہیں چھوڑا جس کی تصدیق یا تکذیب کے لیے کوئی نہ کوئی عمل نہ ہو۔ کسی کی میٹھی میٹھی باتوں سے دھوکہ نہ کھاؤ۔ بلکہ یہ دیکھو کہ فعل کیسا ہے؟"

ان ہی کا ارشاد ہے کہ:

"علم کی دو قسمیں ہیں ایک وہ جو قلب میں ہے وہ نفع دینے والا علم ہے اور ایک وہ علم جو صرف زبان پر ہے یہ اس پر حجت ہے۔"

حضرت قاسم بن محمد رح کا کہنا ہے کہ:

"میں نے ایسے لوگوں کو دیکھا ہے جنھیں قول پسند نہ تھا صرف عمل سے خوش ہوتے تھے۔"

حضرت سفیان ثوری رح فرماتے ہیں:

"علم عمل کو پکارتا ہے اگر جواب نہیں پاتا تو رخصت ہوجاتا ہے۔"

حضرت مالک بن دینار رح کا ارشاد ہے کہ:

"آدمی کے لیے اس سے بڑھ کر کوئی عذاب نہیں کہ اس کا دل سخت ہوجائے۔"

"بے عمل عالم کی نصیحت کا اثر دل پر ایسے ہوتا ہے کہ جیسے بارش سنگلاخ چٹان پر۔"

عبداللہ ابن مبارک رح نے فرمایا:

"تم بغیر علم کے متقی نہیں ہو سکتے اور جب تک عمل نہ کرو حسین و جمیل نہیں بن سکتے۔"

حضرت حسن رض سے روایت ہے کہ،

"جو شخص علم میں لوگوں پر فوقیت و برتری رکھتا ہو اسے چاہیئے کہ عمل میں بھی سب سے برتر ہو۔"

حضرت سید رفاعی رح فرماتے ہیں کہ:

"خبردار چھلنی کی طرح نہ ہونا کہ وہ عمدہ آٹا تو نکال نکال کر دوسروں کو دے دیتی ہے اور بھوسی اپنے پاس رکھتی ہے اس طرح تمھارا حال نہ ہونا چاہیئے کہ تم اپنے منھ سے دوسروں کے لیے تو حکمت کی باتیں نکالتے رہو اور خود تمھارے دلوں میں کھوٹ رہ جائے۔"

علامہ شعرانی رح نے لکھا ہے کہ:

"کسی امام نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ وہ صرف علم سے پاک ہوگیا اور نہ یہ کہ علم ہی سے اس کی مغفرت ہوسکتی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ محض علوم میں نفسانیت شریک ہوتی ہے جب تک عمل نہ کیا جائے نفس برے اخلاق سے پاک نہیں ہوتا۔"

حضرت صالح مری رح فرمایا کرتے تھے کہ:

"طالب دنیا عالم کے پاس بیٹھنے سے بچتے رہو کیونکہ وہ اپنی چکنی چپڑی باتوں سے اور محض زبانی جمع خرچ سے علم کی تعریف کرکے تم کو فتنہ میں ڈال دے گا۔ اس لیے کہ تم اس کی باتوں سے اس دھوکے میں پڑ جاؤ گے کہ عمل کی چنداں ضرورت نہیں صرف معلومات بڑھا لینا ہی کافی ہے۔"

حضرت ابراہیم بن ادہم رح کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میرا گزر ایک پتھر پر ہوا جس پر لکھا تھا مجھ کو پلٹ کر دیکھو عبرت حاصل کروگے۔ میں نے اسے پلٹ کر دیکھا تو اس پر یہ لکھا ہوا تھا "تم نے معلوم شدہ باتوں پر تو عمل نہیں کیا پھر نئی معلومات کرنے کی کس لیے فکر ہے؟"

یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ:

"علم کو عمل کے لیے حاصل کرو اس پر بہت لوگ غلطی کر رہے ہیں اس لیے ان کا علم تو پہاڑوں کے لیے برابر ہے اور عمل چیونٹیوں کے برابر۔"

"ہم نے پہلے لوگوں کی تو یہ حالت دیکھی تھی کہ جس قدر جس کسی کا علم بڑھتا تھا اسی قدر دنیا سے بے رغبتی ہوتی تھی مگر اب معاملہ مختلف ہے۔"

مالک بن دینار رح یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔

یامعشر العلماء یا ملح البلد

ما یصلح الملح اذا الملح فسد

"اے علماء کی جماعت! تم شہر میں نمک کی طرح ہو۔ بتاؤ اگر نمک ہی خراب ہوجائے

تو اسے کیا چیز درست کر سکتی ہے۔"

عوام کی حالت تو علماء کے ذریعے درست ہوتی ہے، اگر علماء ہی بگڑ جائیں تو ان کو کون درست کرے گا۔

ایک حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ سب سے برا آدمی کون ہے؟ فرمایا "بگڑا ہوا عالم۔"

قرآن مجید میں اچھے اعمال کے کرنے پر اتنا زور دیا گیا ہے کہ ہر جگہ ایمان کے بعد اعمال صالحہ کا تذکرہ ہے بلکہ زندگی ملی ہی اس لیے ہے:

لیبلوکم ایکم احسن عملاً

"تاکہ اللہ تمھیں آزمائے کہ تم میں سب سے اچھا عمل کون کرتا ہے۔"

علم خوف خدا پیدا کرتا ہے۔ قرآن پاک میں ہے:

انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء

"اللہ کے بندوں میں اس سے ڈرنے والے تو بس علماء ہی ہیں۔"

ایک حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

"میں تم میں سب سے زیادہ علم رکھتا ہوں اور تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرتا ہوں۔"

اساتذہ کرام میں بھی اس کی جھلک ضرور نظر آنی چاہیے۔ ہو نہیں سکتا کہ اساتذہ تو علم و تقویٰ والے ہوں اور ان کے عمل کا اثر ان کے طلبہ پر صاف دکھائی نہ دے۔ لہٰذا علم برائے عمل اور تعلیم برائے تعمیل ہے۔

دعا کا اہتمام

اساتذہ جس طرح اپنے اور اپنی آل اولاد کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگتے ہیں بالکل اسی طرح انھیں اپنے شاگردوں کے لیے بھی دعائیں مانگنی چاہئیں۔ ہمارے اسلاف میں سے ایک بزرگ استاذ کے بارے میں راقم الحروف نے پڑھا ہے وہ لکھتے ہیں کہ:

"مجھے اپنی زندگی کا کوئی ایسا دن یاد نہیں کہ جس میں اپنے اساتذہ اور پھر اپنے شاگردوں کے حق میں اللہ تعالیٰ سے دعا نہ مانگی ہو۔"

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے مسلم شریف کی روایت میں "اللھم فقھہ فی الدین" کے الفاظ آئے ہیں۔ "اے اللہ! اسے دین کی سمجھ عطا کر۔"

دین کی سمجھ اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا انعام ہے۔

ابن ماجہ میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

من یرد اللہ بہ خیراً یفقھہ فی الدین

جس شخص کے ساتھ اللہ تعالیٰ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے اسے دین میں سمجھ عطا کرتا ہے۔

ابن ماجہ کی ایک حدیث میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

فقیہ واحد اشد علی الشیطان من الف عابد

ایک فقیہ شیطان پر ایک ہزار عبادت گزار سے زیادہ بھاری ہے۔

حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

عنقریب تمھارے پاس لوگ تعلیم حاصل کرنے کے لیے آئیں گے جب تم انھیں دیکھو تو انھیں خوش آمدید کہنے والی دعائیں دو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کو ان الفاظ میں دعا دیتے ہیں۔

اللھم علمہ الکتاب

"اے اللہ انھیں کتاب کا علم عطا فرما۔"

(بخاری کتاب العلم)

ابن ماجہ ہی کی ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

فرحبوا بھم وحیوھم وعلموھم

انھیں خوش آمدید کہنا، ان کے لیے دعا کرنا اور انھیں علم سکھانا۔"

اساتذہ کو بھی اس کا پورا اہتمام کرنا چاہیے۔

والدین کے پاس امانت ہیں

ایسی صورت میں جب کہ بچہ خود ہی اپنی غلطی کو ڈھانپنے اور چھپانے کی کوشش کرتا ہو کیونکہ بسا اوقات کسی غلطی کا اظہار کرنا اس کے زیادہ بے باک ہو جانے کا باعث ہو جاتا ہے۔ یہاں تک کہ رفتہ رفتہ وہ اپنا عیب ظاہر ہونے کی بھی پروا نہیں کرتا۔ اگر ایسی عاقلانہ احتیاط کے باوجود دوبارہ ویسی ہی حرکت کرے تو مناسب ہے کہ اسے تنہائی میں جھڑکا جائے اور اس فعل کی برائی اس پر خوب ظاہر کی جائے اور کہا جائے کہ خبردار اس کے بعد ایسی بری حرکت ہرگز نہ کرنا۔ خدانخواستہ اگر تیری اس غلطی کا کسی کو پتہ چل گیا تو لوگوں میں رسوا اور بدنام ہو جائے گا۔ وغیرہ وغیرہ علی ہذا القیاس)

زیادہ جھڑکنے کے نقصانات

یہ بھی ملحوظ رہے کہ اسے زیادہ نہ جھڑکا جائے کیونکہ اس سے بچہ میں طعن و ملامت سننے کی عادت اور غلطیوں کا ارتکاب کرنے کی جرأت بڑھتی جاتی ہے اور رفتہ رفتہ اس کے دل سے پند و نصیحت کی وقعت بھی جاتی رہتی ہے۔ اسی طرح باپ پر لازم ہے کہ اس سے بات چیت کرنے میں اپنے رعب اور ہیئت کو قائم رکھے اور صرف کبھی کبھی ہی جھڑکا کرے اور ماں کو چاہیے کہ (کسی بات پر ضد کرنے) کے موقع پر اسے باپ سے ڈرائے اور بری باتوں سے سختی سے منع کرے۔

سونے کے اداب ولوازم

دن کو سونے سے منع کرے، کیونکہ اس سے سستی پیدا ہوتی ہے البتہ اسے رات کو سونے سے نہ روکا جائے لیکن نرم بستر سے بہر حال روکا جائے تاکہ اس کے اعضاء مضبوط ہوں اور بدن بھدا نہ ہونے پائے جس کی وجہ سے وہ آرام کے بغیر نہ رہ سکے بلکہ اسے سخت بستر پر سونے، موٹے جھوٹے کپڑے پہننے اور سادہ خوراک کھانے کی عادت ڈالی جائے۔ جو کام وہ چھپا کر کرتا ہو اس سے روکا جائے کیونکہ اس کام کو برا سمجھنے کی وجہ سے تو چھپاتا ہے اس لیے اگر اسے نظرانداز کیا گیا تو وہ اس برے کام کا عادی ہو جائے گا۔ اسی طرح دن کو چلنے پھرنے اور ورزش کرنے کی عادت بھی ڈالی جائے تاکہ وہ کاہل اور سست نہ ہو جائے لیکن اس امر کی نہایت احتیاط رکھی جائے کہ وہ اپنا سر، پنڈلیاں، گھٹنے، رانیں وغیرہ ہرگز ننگی نہ کرے، نہ بہت جلدی چلے نہ ہی اپنے ہاتھوں کو ڈھیلا ڈھالا رکھے بلکہ انھیں اپنے سینے سے ملا کر چست رکھے۔

تکبر اور غرور کی ممانعت

اپنے ساتھیوں کے سامنے ماں باپ

کی ملکیت میں سے کسی چیز پر فخر کرنے، اپنے کھانے پینے کی چیزوں، کپڑوں حتیٰ کہ تختی اور دوات تک پر اترانے سے بھی منع کیا جائے۔ اپنے ہر ساتھی سے انکساری اور تعظیم کی روش اختیار کرنے کو کہا جائے پاکیزہ گفتگو کا عادی بنایا جائے اور دوسرے بچوں سے کوئی چیز نہ لینے دی جائے اگر کسی مالدار کا لڑکا ہو تو اسے یوں سمجھایا جائے کہ عزت اور بلندی دینے میں ہے لینے میں نہیں بلکہ لینا تو کمینہ پن ذلت اور فرومائیگی ہے اگر غریب کا لڑکا ہو تو اسے سکھایا جائے کہ لالچ کرنا اور کسی سے کچھ لینا اپنی توہین اور رسوائی کا باعث ہے اور کتے کی سی خصلت ہے کہ وہ لقمہ کے انتظار اور لالچ میں دم ہلاتا رہتا ہے اسی طرح بچہ کو سونے اور چاندی سے نفرت اور سانپوں اور بچھوؤں سے زیادہ ان کی محبت اور طمع بچوں بلکہ بڑوں کو بھی زہروں کی آفت سے زیادہ نقصان پہنچانے والی ہے۔

آداب مجلس و آداب کلام

نیز اسے سکھایا جائے کہ مجلس میں نہ تھوکے، نہ ناک صاف کرے، نہ کسی کے سامنے جمائی لے، نہ کسی کی طرف پیٹھ کرے اور نہ پیر پر پیر رکھے اسی طرح اپنی ہتھیلی کو ٹھوڑی کے نیچے رکھ کر یا اپنے سر کو بازو کا سہارا دے کر کبھی نہ بیٹھے کیونکہ یہ سب کاہلی اور سستی کی علامتیں ہیں غرضیکہ اسے بیٹھنے کا طریقہ بھی سکھایا جائے۔ زیادہ باتیں کرنے سے روکا جائے اور اچھی طرح ذہن نشین کرایا جائے کہ سب بے شرمی کی باتیں ہیں اور ذلیل لوگوں کے بچوں کے کام ہیں نیز سچی ہو یا جھوٹی ہر قسم کی قسم کھانے سے بالکل منع کر دیا جائے تاکہ اسے بچپن ہی سے قسم کھانے کی عادت نہ پڑ جائے۔ اسی طرح گفتگو میں پہل کرنے سے بھی روکا جائے اور اس امر کی عادت ڈالی جائے کہ صرف جواب دینے کے لیے بولا جائے اور وہ بھی صرف بقدر سوال۔ جب کوئی شخص اس سے باتیں کر رہا ہو تو اچھی طرح سنے اور اپنے سے بڑے کے لیے اٹھ کر جگہ خالی کرے اور پھر ادب سے اس کے سامنے بیٹھ جائے۔ اسی طرح بچہ کو بیہودہ گوئی، فحش کلامی، لعن طعن دشنام دہی، گالی گلوج سے روکے اور ایسی باتیں کرنے والوں کے میل جول سے منع کرے کیونکہ برے ساتھیوں کی بری باتیں بچے پر ضرور اثر ڈال کر رہتی ہیں۔ بچوں کی تربیت کا اصلی راز تو انھیں برے ساتھیوں سے محفوظ رکھنے ہی میں مضمر ہے۔

صبر و تحمل

یہ بھی ضروری ہے کہ جب بچے کو استاد مارے تو نہ چیخے چلائے نہ شور شغف برپا کرے اور نہ ہی کسی کی سفارش کا سہارا ڈھونڈھے بلکہ صبر و تحمل سے کام لے۔ یہ بات سمجھانے کے لیے بچے سے یوں کہا جائے کہ دیکھو صبر کرنا بہادر مردوں کا طریقہ ہے اور چیخنا چلانا، رونا پیٹنا ناتواں اور کمینہ لوگوں اور عورتوں کا کام ہے۔

ورزش کی اہمیت و فوائد

نیز اسے پڑھنے کے بعد کسی عمدہ کھیل کی اجازت بھی ضرور دی جائے۔ جس سے وہ مکتب کی تکان دور کر کے راحت کر سکے لیکن اتنا نہ کھیلنے دیا جائے کہ کھیلنے سے ہی تھک جائے کیونکہ بچے کو کھیل کود سے کلیتاً روک کر صرف پڑھنے پڑھانے میں دبائے رکھنا اس کے دل کو مردہ، ذہانت کو باطل و ناکارہ کرتا ہے جس کی وجہ سے وہ بالکل ہی جان چھڑانے کے لیے حیلے اور بہانے تلاش کرنے لگ جاتا ہے۔

ع

نہ تفریط بہتر نہ افراط اچھی
توسط کے درجے میں ہر بات اچھی

بزرگوں کی تعظیم کے آداب

یہ بھی نہایت ضروری ہے کہ بچے کو والدین، اساتذہ اور ہر شخص کی جو عمر میں اس سے بڑا ہو رشتہ دار ہو یا نہ ہو سب کی فرمانبرداری کرنا سکھایا جائے اور یہ بھی بتایا جائے کہ وہ ان کی طرف عزت کی نگاہوں سے دیکھے اور ان کے سامنے کھیل کود کو ترک کر دے۔ جب وہ سن بلوغ کو پہنچے تو اسے طہارت و پاکیزگی میں سستی نہ کرنے دی جائے اور نماز ترک کرنے پر چشم پوشی کا برتاؤ ہرگز نہ کیا جائے۔ نیز رمضان کے بعض دنوں میں اسے روزہ بھی رکھوایا جائے۔ دیباج و ریشم سونا چاندی پہننے سے بالکل الگ رکھا جائے اور حسب مناسب شریعت اسلامیہ کے حدود و تعزیرات سمجھائے جائیں۔ چوری، حرام خوری، خیانت بددیانتی، جھوٹ اور بے حیائی اور نوخیزی کے دوران بچوں کی طبیعت میں پیدا ہونے والی تمام بری باتوں سے خوب اچھی طرح ڈرایا جائے۔ جب کسی بچے کی بچپن سے ہی ایسی اٹھان ہوگی تو بلوغ کے قریب پہنچنے تک وہ ان امور کے اسرار و حقائق بخوبی سمجھ سکے گا۔

غذا کے متعلق عمدہ تخیل

پھر اس دور میں اسے سمجھایا جائے کہ جس قدر بھی حلال غذائیں ہیں یہ بھی ایک طرح کی دوائیں ہی ہیں اور ان سے صرف یہ مقصود ہے کہ انسان انھیں کھا پی کر اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کر سکے

دنیا کی بے ثباتی

یہ بات بھی بخوبی ذہن نشین کرائی جائے کہ دنیا بذات خود ایک غیر مقصود اور بے اصل، بے بقا اور فنا ہو جانے والی چیز ہے۔ موت اس کی نعمتوں کا خاتمہ کر دیتی ہے اور یہ صرف ایک گزرگاہ ہے سکون و قرار کا مقام نہیں لیکن عالم آخرت حقیقی امن و سکون کا مقام اور قرار و اطمینان کی جگہ ہے اور موت ہر وقت دنیا کی زندگی کو ختم کر دینے کی تاک میں لگی ہوئی ہے۔

عقل مند کون ہے؟

فی الحقیقت وہ شخص ہے جو اس دنیائے فانی سے آخرت کے عالم باقی کے لیے زاد راہ اور نیکیوں کا سرمایہ فراہم کرے تاکہ اللہ کے ہاں اسے قبولیت کا اونچا درجہ نصیب ہو اور جنتوں کی وسیع نعمتیں ملیں۔ اگر بچے کی ذہنی نشوونما اچھی ہوئی ہوگی تو بالغ ہونے کے دوران یہ کلام اس کے لیے نہایت، موثر و خوش آئند اور دل میں گھر کرنے والا ثابت ہوگا۔ اس کے برعکس غلط طریقہ سے اس کی ذہنی نشوونما ہونے کی وجہ سے اس میں بے ہودگی، بے حیائی، زیادہ کھانے کی خواہش، عمدہ لباس کی طمع، آرائش و زیبائش کی علت، ناز و انداز اور تکبر و غرور کی خصلت پیدا ہو چکی ہوگی۔ اس کا دل اس حقیقت کے قبول کرنے سے اسی طرح انکار کر دے جس طرح خشک دیوار سوکھی مٹی کو قبول کرنے سے انکار کر دیتی ہے۔

بچے کی فطرت اور والدین کا فرض

غرضیکہ یہی ابتدائی امور ہیں جن کا پوری طرح خیال رکھنا چاہیئے کیونکہ بچے کا جوہر قلب ایسا ہی پیدا کیا گیا ہے کہ خیر و شر اور نیک و بد دونوں کا اثر لے سکتا ہے اور یہ ماں باپ کا کام ہے کہ اسے نیکی و بدی کے پہلوؤں میں سے کسی ایک پہلو کی طرف مائل کر دیں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

"کہ ہر بچہ صحیح فطرت پر پیدا ہوتا ہے لیکن اس کے والدین اسے یہودی نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں۔"

اچھے برتن اچھی صحت

صحت وصفائی کے اصولوں کا روزمرہ کی زندگی کے تمام شعبوں میں خیال رکھنا بہت ضروری ہوتا ہے۔ صفائی یہ نہیں ہے کہ صرف کپڑے صاف پہن لیے جائیں، اس کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ توجہ سے جسم کو خوب رگڑ رگڑ کر اچھی طرح نہایا جائے، صاف ستھرے تولیے سے جسم خشک کیا جائے اور نیچے پہننے جانے والے کپڑے یعنی بنیان وغیرہ بھی روز کے روز دھوئے اور پہنے جائیں۔ اسی طرح جرابیں دھلی ہوئی ہوں تو رومال بھی صاف ستھرا ہونا چاہیے۔

اکثر افراد اندر نہایت میلی کچیلی بنیان اور بدبودار جرابیں پہنے ہوتے ہیں۔ اسی طرح ان کے تولیے میلے چیکٹ اور بدبودار ہوتے ہیں۔

صحت وصفائی کے اصولوں سے بالعموم باورچی خانوں میں بڑی بے پروائی برتی جاتی ہے۔ کالے ٹھیکرے برتنوں میں کھانا پکتا ہے، مسالوں کے ڈبے بے احتیاطی سے کھلے پڑے رہتے ہیں۔ برتن ٹھیک طور پر دھوئے نہیں جاتے۔ خود برتنوں کے انتخاب میں احتیاط نہیں برتی جاتی۔ آج کل پلاسٹک کا دور ہے اس کے بنے برتن بکثرت استعمال ہو رہے ہیں۔ ان کے انتخاب میں اچھی کوالٹی کو سامنے رکھنا ضروری ہے۔ ایک پلاسٹک کیا، تمام ہی قسم کے برتنوں کا معیاری ہونا بہت ضروری ہے۔

دیگچیاں، پتیلیاں، کڑاہیاں، فرائی پین چمچے وغیرہ ہر باورچی خانے کی ضرورت ہوتے ہیں۔ یہ روز روز خریدے بھی نہیں جاتے، اس لیے خریداری کے وقت معیاری برتنوں کی خریداری بہت ضروری ہوتی ہے گھٹیا سامان سے بنے برتن چند روز کے استعمال کے بعد بھدے اور بدصورت ہو جاتے ہیں۔

پکانے کے برتنوں کی خریداری کے وقت ان کی موٹائی کا خیال رکھنا بہت ضروری ہے اس طرح یہ عرصے تک خراب نہیں ہوں گے تو ان میں کھانا بھی اچھا پکے گا۔ تنگ منہ والے برتن نہیں خریدنے چاہئیں کیونکہ اس طرح ان کی صفائی مشکل ہو جاتی ہے۔

مٹی کے برتن

انسان نے ابتدا میں مٹی کے برتن بنائے آج بھی یہ برتن استعمال ہوتے ہیں۔ ہانڈیاں توے، گھڑے وغیرہ دیہی علاقوں میں ان برتنوں کا چلن بہت ہے اور ان میں کھانا پسند کیا جاتا ہے۔ یہ برتن مسام دار ہوتے ہیں۔ ان پر حرارت کی اچانک تبدیلی کا کوئی اثر نہیں ہوتا اور پکنے والی چیز میں موجود تیزابی یا ترش مادوں کا بھی ان پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔ بعض لوگوں کا یہ خیال بالکل غلط ہے کہ ان میں پکا کھانا صحت کے لیے مفید نہیں ہوتا صرف ان ہانڈیوں کا کھانا مضر ہوتا ہے جن کے اندر سیسے وغیرہ کی پالش یا روغن کیا جاتا ہے۔ ان میں جراثیم ہوں بھی تو حرارت سے ختم ہو جاتے ہیں۔

دھات کے برتنوں میں لوہے، تانبے

پیتل، ایلومینیم اور اسٹین لیس اسٹیل کے علاوہ تام چینی کے برتن قابل ذکر ہیں۔ امیر امرا چاندی اور سونے کے برتن بھی استعمال کرتے ہیں لیکن ان دھاتوں کے پتیلے وغیرہ استعمال نہیں ہوتے بلکہ پلیٹیں، تھالیاں گلاس، کٹورے اور چھوٹے چمچے وغیرہ استعمال کیے جاتے ہیں۔ چاندی کے برتنوں میں کھانے کو قلب کے لیے مفید بتایا جاتا ہے لیکن اسلام ان برتنوں کے استعمال کی اجازت نہیں دیتا۔

لوہے کے برتن

لوہے کے کڑچھے، توے، فرائی پین آج بھی استعمال ہوتے ہیں۔ مٹھائیاں بنانے والوں کے لیے لوہے کی کڑاہیاں لازمی اور ضروری ہوتی ہیں۔ لوہے میں ایک بڑا عیب یہ ہے کہ اس میں زنگ لگتا ہے جو مضر صحت ہوتا ہے اسی طرح تانبے کے برتن کا قلعی دار ہونا بھی ضروری ہوتا ہے ورنہ خاص طور پر ترشی سے اس میں زہریلے اثرات پیدا ہو جاتے ہیں مثلاً نیلا تو تیا کاپر سلفیٹ (ترشی اور تانبے ہی سے بنتا ہے۔

تانبے کے برتن

تانبا حرارت کا بہتر موصل (کنڈکٹر) ہوتا ہے اس کے برتن میں حرارت اچھی طرح پھیلتی ہے اور کھانا آسانی سے پکتا ہے اس برتن کے لیے زیادہ تیز آنچ ضروری نہیں ہوتی۔

پیتل کے برتن

عمدہ قسم کے پیتل میں تین حصے تانبا اور ایک حصہ جست (زنگ) ملا ہوتا ہے۔ یہ برتن بھی تیزابی اجزا سے متاثر ہو کر کھانے کو خراب کر دیتے ہیں، اسی لیے مسلمان گھرانوں میں ان میں کھانا نہیں پکایا جاتا اگر استعمال ہوتے بھی ہیں تو ان میں قلعی کرالی جاتی ہے، یہ ہندوؤں کی پسندیدہ دھات ہے۔

ایلومینیم کے برتن

تانبے اور پیتل کے مقابلے میں ایلومینیم کے برتن کم قیمت ہوتے اور بکثرت استعمال ہو رہے ہیں۔ خریدتے وقت اچھی کوالٹی کے ایلومینیم برتن خریدنے چاہئیں اور موٹے پیندے کے برتن لینے چاہئیں۔ ایلومینیم میں کھانا پکانے کے بعد نکال لینا بہتر ہوتا ہے کیونکہ غذا میں اس کا نمک شامل ہو جاتا ہے جسے مضر صحت سمجھا جاتا ہے غیر معیاری ایلومینیم کا برتن کھانا پکنے کے بعد کالا پڑ جاتا ہے۔ شبہ ہے کہ حافظے کی تباہی مرض الزہیمر اس کی کثرت کی وجہ سے ہوتا ہے۔

اسٹین لیس اسٹیل کے برتن

اسٹین لیس اسٹیل کے برتن اگرچہ مہنگے ہوتے ہیں لیکن کھانا پکانے کے لیے انھیں بہترین سمجھا جاتا ہے ان میں ایک عیب ضرور ہوتا ہے یہ بہت جلد گرم ہو جاتے ہیں اور حرارت یکساں انداز میں نہیں پھیلتی اس لیے ان کے پیندے میں تانبے یا ایلومینیم کی اضافی پرت لگائی جاتی ہے جس سے یہ عیب دور ہو جاتا ہے۔ یہ گھلتا بھی نہیں ہے یعنی غذا میں مضرت اور خرابی پیدا نہیں ہوتی، انھیں صاف رکھنا بھی آسان ہوتا ہے یہ اسٹیل اور نکل کی ملاوٹ سے تیار کیے جاتے ہیں۔

تام چینی کے برتن

تام چینی کے برتن بنیادی طور پر لوہے کے بنے ہوتے ہیں جن پر تام چینی (پورسلین) کی تہہ چڑھائی جاتی ہے۔ کھانا پکانے کے لیے یہ بھی بہترین ہوتے ہیں کیونکہ یہ بھی حرارت کو موزوں طریقے سے جذب کرتے ہیں۔ گیس کے چولھوں کے لیے یہ بہت مناسب ہوتے ہیں مگر ان میں ایک خرابی ہوتی ہے، ٹھیس لگنے سے ان کا روغن اتر جاتا ہے اور برتن بدنما لگتے ہیں۔

عمدہ قسم کے برتنوں میں یہ عیب ذرا کم پیدا ہوتا ہے۔ تانبا اور پیتل کے برتن

تلعی دار ہوں تو ان میں کھانا دیر تک رہ کر بھی مضر نہیں بنتا۔ لیکن اب بعض ماہرین کی رائے میں تلعی کی زیادہ مقدار بھی مضر ثابت ہو سکتی ہے۔ اسی طرح مٹی اور اسٹین لیس اسٹیل کے برتنوں کی طرح تمام چینی کے برتن بھی مضر نہیں سمجھے جاتے، البتہ ایلومینیم کے سلسلے میں یہ احتیاط ضرور برتنی چاہیئے کہ ان میں خاص طور پر تیزابی یا ترش اشیاء پر مشتمل کھانوں کو زیادہ دیر تک نہیں رکھنا چاہیئے۔

اب ایسے برتن بھی آرہے ہیں جن کے اندر ایک خاص مسالہ لگا ہوتا ہے یہ مسالہ دراصل جہازوں اور راکٹوں کے لیے بنا تھا۔ اس کے لگانے سے تیز رفتار اور گرمی کی وجہ سے ان کی بیرونی سطح پگھلنے سے محفوظ رہتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان برتنوں میں داغ نہیں لگتا ہے۔ یہ اسی لیے "نان اسٹک" کہلاتے ہیں، لیکن یہ سمجھنا غلط ہے کہ یہ چھوٹتا نہیں ہے۔ دھاتی چمچوں اور کف گیر وغیرہ سے یہ اکھڑ جاتا ہے اس لیے لکڑی یا پلاسٹک وغیرہ کے چمچے استعمال کیے جاتے ہیں۔

حرارت پر نہ چٹخنے والے شیشے کے برتن بھی جنھیں فائر پروف کہتے ہیں کھانا پکانے کے لیے استعمال ہو رہے ہیں یہ بھی بہت محفوظ ہوتے ہیں لیکن گراں ملتے ہیں۔

اسی طرح چینی کی پلیٹیں، شیشے کی رکابیاں پلاسٹک کے مقابلے میں زیادہ محفوظ ہوتی ہیں۔ پلاسٹک بہت عمدہ کوالٹی کا ہو تو کھانے میں شامل نہیں ہوتا۔ برتن کسی بھی شے کے بنے ہوں ان کا اندر اور باہر سے صاف ستھرا ہونا بہت ضروری ہے، جسم کی صفائی کی طرح ان کی صفائی پر بھی پوری توجہ دینی چاہیئے۔

غور و فکر

ایک مرتبہ مال علم اور عزت اکٹھا ہوئے جب بچھڑنے لگے تو مال نے کہا ارے دوست میں جا رہا ہوں جب تم ملنا چاہو تو اس محل میں آجانا علم نے کہا جب میری ضرورت پڑے تو میں [illegible] میں مل جاؤں گا۔ لیکن عزت خاموش رہی۔ اس کے دونوں ساتھیوں نے پوچھا "تمھاری خاموشی کی کیا وجہ ہے" —— عزت بولی بہت ہی افسوس کے ساتھ کہہ رہی ہوں کہ زندگی میں ایک بار رخصت ہوتی ہوں تو پھر کبھی لوٹ کر نہیں آتی۔

سوال جواب

مفتی راشد حسین ندوی

س: ایک عالم نے اپنی تقریر کے دوران یہ واقعہ بیان کیا "حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی خوشی میں ابولہب نے بشارت سنانے والی لونڈی کو انگلی کے اشارہ سے آزاد کر دیا، پھر ابولہب کی موت کے بعد حضرت عباس نے اس کو خواب میں دیکھا تو پوچھا: تیرا کیا حال ہے؟ جواب دیا کہ ہفتہ بھر تو جہنم کی آگ میں جلتا ہوں لیکن شب شنبہ کو مجھ پر جہنم کی آگ ٹھنڈی کر دی جاتی ہے اور جس دو انگلیوں سے اشارہ کرتے ہوئے اپنی لونڈی کو آزاد کر دیا تھا ان میں سے ایک سے شہد اور دوسری سے دودھ نکلتا ہے جسے میں پیتا ہوں تو میری پیاس بجھ جاتی ہے" کیا یہ روایت ثابت ہے؟

ج: یہ واقعہ مختصراً بخاری میں (کتاب النکاح، باب وامھاتکم اللاتی ارضعنکم) اور قدرے تفصیل کے ساتھ البدایہ والنھایہ (ج ۲ ص ۲۷۳) میں سہیلی کے حوالہ سے منقول ہے۔ لیکن خیال رہے کہ خواب کوئی شرعی دلیل نہیں ہے۔

س: نماز میں سورہ فاتحہ اور دوسری سورہ کے درمیان بسم اللہ پڑھنا چاہیئے یا نہیں؟

ج: پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ سے پہلے بسم اللہ پڑھنا سنت ہے اور سورۂ فاتحہ اور دوسری سورہ کے درمیان یا پہلی رکعت کے علاوہ بقیہ رکعات میں سورہ فاتحہ سے پہلے بسم اللہ پڑھنا سنت تو نہیں ہے لیکن پڑھ لینا بہتر اور مستحب ہے۔

(شامی ۱/ ۲۶۲)

س: ایک اہم مسئلہ درپیش ہے وہ یہ کہ ہم اور اہلیہ کبھی کبھی ایک ساتھ تخت پر نماز پڑھتے ہیں اور ایک روز ہم نماز پڑھ رہے تھے، اتنے میں ہمارے ماموں خسر تشریف لائے اور بولے کہ آپ دونوں کی نماز نہیں ہوئی۔ ایک ساتھ نماز درست نہیں؟

ج: صورت مسئولہ میں آپ کے ماموں خسر کا قول اس صورت میں درست ہے جب کہ آپ امامت کر رہے ہوں اور آپ کی اہلیہ آپ کی اقتداء کرتے ہوئے بلا حائل وفرجہ آپ کے بغل کھڑی ہو جائیں ورنہ مطلقاً اس طرح نماز پڑھنے سے فاسد نہیں ہوگی۔

(ہندیہ ج ۱ ص ۸۹)

س: اگر نماز پڑھتے ہوئے سجدہ کی حالت میں پیر کا انگوٹھا قبلہ سے ہٹ جائے تو کیا نماز فاسد ہو جاتی ہے؟

ج: صورت مسئولہ میں نماز فاسد نہیں ہوتی البتہ بلا عذر ایسا کرنا مکروہ ہے۔

(در مختار ج ۱ ص ۳۵۴)